کربلا کا تاریخی پس منظر

(جلد اول)

شیخ موسیٰ خسروی

کربلا کا تاریخی پس منظر

(جلد اول)

شیخ موسیٰ خسروی

ادارہ تبلیغات علوم آل محمدؐ

کتاب : کربلا کا تاریخی پس منظر
تالیف : شیخ موسیٰ خسروی
ترجمہ : مولانا محمد حسن جعفری
تصحیح : فیضیاب علی رضوی
طبع اول : ۲۰۰۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

آج جبکہ میں نے ''سقیفہ سے نینوا تک'' کے واقعات لکھنے کے لئے قلم اٹھایا ہے، بدھ کی صبح اور شعبان کی تین تاریخ ہے، جو حضرت اباعبداللہ امام حسین علیہ السلام کا یوم میلاد ہے۔ ریحانۂ رسولؐ کے میلاد مسعود پر شیعہ دنیا آج خوشیاں منا رہی ہے۔

کل رات مشہد مقدس کی تمام سڑکیں اور بازار سجے ہوئے تھے۔ رنگارنگ قمقمے روشنی پھیلا رہے تھے۔ قیمتی کپڑے، قالین، قابل دید اشیاء، خوبصورت سائن بورڈز، سڑکوں اور بازاروں کے درو دیوار پر جلوہ دکھا رہے تھے۔ وہ لوگ بھی جو مالی اعتبار سے اتنے مضبوط نہیں ہیں انہوں نے بھی اپنی بساط بھر اس مذہبی عید میں حصہ لیا تھا اور اس طرح اس پاکیزہ درگاہ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا تھا۔

میں ایک مقام سے گزرا کہ جہاں دکانوں میں چراغاں بہت زیادہ دلکش تھا۔ لیکن اس تمام آرائش اور آراستگی میں میری نظر ایک دکان میں گئی کہ اس کے مالک کے لئے میں نے دل سے شاباش کہی۔ میں اسی پر اکتفا نہیں کر رہا بلکہ آج صبح اس پیش گفتار کے توسط سے عین عقیدت مندی کے تحت اس مرد کا تذکرہ

درحقیقت یہ ابتدائی تین ابواب کتاب ہذا کے چوتھے باب کا مقدمہ ہیں۔

"باب چہارم" میں ہم نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں نے دین میں کیا کیا تبدیلیاں کیں۔

"باب پنجم" میں ہم نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ معاویہ نے اپنے زمانۂ حکومت میں دین کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ دور معاویہ کو درحقیقت اجتماع سقیفہ کا منطقی نتیجہ یا شجر سقیفہ کا ثمر کہا جاسکتا ہے۔

ہمارے محترم قارئین جب مذکورہ بالا دو ابواب کا مطالعہ کریں گے تو انہیں اس نتیجے پر پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیئیس سال کی انتھک جدوجہد سے انسانی سعادت کے لئے جو عظیم الشان محل تعمیر کیا تھا، آپ کی وفات کے صرف پچاس سال بعد وہ محل گرنے کو ہی تھا اور حکومتوں نے اپنی مسلسل کوششوں سے اسے منہدم کرنے کی منصوبہ بندی کی تھی۔

اسلام کا مبارک شجر سقیفہ کی باد سموم سے مرجھانے کو ہی تھا کہ رسول خداؐ کی گود میں پلنے والے حسینؑ اٹھے اور انہوں نے اپنا اور اپنے عزیزوں کا مقدس خون دے کر شجر اسلام کو نہ صرف سوکھنے سے محفوظ رکھا بلکہ اسے ابدی زندگی عطا کردی۔

امام حسین علیہ السلام کی لازوال قربانی آئندہ کی قربانیوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوئی اور امام علیہ السلام نے مسلمانوں کو درس دیا کہ وہ جب بھی کلمۂ توحید کو خطرے میں دیکھیں تو اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر اس کی حفاظت کا مقدس فریضہ سرانجام دیں۔ لاریب کے ع

حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسینؑ

میری کتاب "پند تاریخ" کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے جتنی پذیرائی نصیب

ہوئی وہ میرے تصور سے بھی زیادہ تھی لیکن اس کتاب میں میرا انداز بیان ذرا کچھ مختلف ہوگا کیونکہ اکثر موضوعات کا اثبات استدلال و حجت سے مربوط ہے اسی لئے اسے صرف تاریخی واقعات تک محدود نہیں رکھا جاسکتا۔ اگرچہ مطالب کی وضاحت کے لئے ہم نے اس کتاب میں بھی بہت سی داستانوں کے ذریعے کوشش کی ہے کہ قارئین ایک علمی موضوع کے مطالعے کو اپنے لئے بوجھ نہ سمجھیں اور خوبصورت داستانوں کے اسلوب کے سبب ان کی دلچسپی برقرار رہے۔ مگر اول و آخر اس کتاب کو صرف موضوعاتی واقعات تک محدود نہیں سمجھنا چاہئے۔

ہم اپنی اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں اس کے لئے ہم قارئین کی آراء کا شدت سے انتظار کریں گے۔ جو ارباب فضل ہم سے رابطہ کرنے کے خواہشمند ہوں وہ حسب ذیل پتے پر خط و کتابت کریں۔

منزل شیخ موسیٰ خسروی،

چہار راہ دریا دل،

مشہد مقدس، ایران۔

قاضی ابوبکر باقلانی کے ہاں کربلا کی پیدائش کا سرچشمہ

قاضی ابوبکر باقلانی کا تعلق متکلمین اہلسنت سے ہے اور وہ قرن پنجم کے مشہور اہلسنت دانشور تھے۔

خطیب بغدادی نے اپنی کتاب تاریخ بغداد کی جلد پنجم، صفحہ ۳۷۹ پر ان کی تعریف و توصیف کی ہے اور لکھا ہے کہ وہ موثق ترین عالم دین تھے۔ باقلانی بغداد کے رہنے والے تھے اور ۴۰۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ انہوں نے علم الکلام اور علوم اعتقادی کے متعلق بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے ان کی کتاب ''التمہید''

کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔

باقلانی نے واقعہ کربلا کے سرچشمے کو بالکل صحیح سمجھا اور انہوں نے اپنی ایک نظم میں امام حسین علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی مظلومیت کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ سقیفہ میں ہی قتل حسینؑ کی پہلی اینٹ رکھ دی گئی تھی۔

قاضی باقلانی اپنے دور کے مشہور عالم دین اور علم الکلام کے ماہر تھے اسی لئے ان کی بات میں ایک وزن ہے۔ قاضی باقلانی کی نظم کو مشہور ادیب و دانشمند بہاء الدین اربلی نے نقل کیا ہے اور مشہور مورخ و محدث شیخ عباس قمی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنی کتاب ''بیت الاحزان'' کے آخر میں نقل کیا ہے کہ علی بن عیسیٰ اربلی کا بیان ہے کہ ہمارے ایک دوست نے قاضی ابوبکر باقلانی کے یہ ابیات ہمارے سامنے پڑھے:

یا من یسائل دائباً عن کل معضلة سخیفة
لا تکشفن مغطاً فلربما کشفت جیفة
ولرب مستور بدا کالطبل من تحت القطیفة
ان الجواب لحاضر ولکننی اخفیه خیفة
لولا اعتداء رعیة القی سیاستها الخلیفة
وسیوف اعداء بها هاماتنا ابدا نقیفة
لنشرت من اسرار آ ل محمد جملاً طریفة
تغنیکم عما روا ہ مالک و ابوحنیفة
واریتکم ان الحسین اصیب فی السقیفة
ولای حال لحدت باللیل فاطمة الشریفة
ولما حمت شیخیکم عن وطئ حجرتها المنیفة
اوه بنت محمد (ص) ماتت بغصتها اسیفة

اے وہ شخص جو ہمیشہ باریک مسائل کے متعلق پوچھتا رہتا ہے سر پوشیدہ اشیاء کو مت کھول۔ بعض اوقات ان کے نیچے سے مردار برآمد ہوتا ہے۔ بہت سے امور ایسے ہیں کہ اگر انہیں آشکار کردیا جائے تو وہ اس خالی طبل کی طرح ہوتے ہیں جو مخملی چادر سے برآمد ہوتے ہیں۔ جواب یقیناً حاضر ہے لیکن میں خوف کے مارے اسے پنہاں رکھنا چاہتا ہوں۔

اگر لوگوں کی دشمنی اور خلیفہ کی سیاست نہ ہوتی! اگر ہماری گردنوں پر دشمنوں کی تلواریں نہ ہوتیں جو ہمیشہ سے ہماری کھوپڑیوں کو چیرتی رہی ہیں! تو میں آل محمدؐ کے مخفی اسرار میں سے کئی حیران کن امور کا انکشاف کرتا اور تمہیں ایسے حقائق سے روشناس کرتا جن کی وجہ سے تمہیں مالک اور ابوحنیفہ کی روایات کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔

اور میں سابقہ حوادث کے تجزیے میں تمہیں دکھاتا کہ حسینؑ سقیفہ میں ہی قتل ہوگئے تھے یعنی جو انحراف قتل حسینؑ پر منتج ہوا اس کا آغاز سقیفہ سے ہی ہوا تھا۔

اور اگر مذکورہ خطرات نہ ہوتے تو میں تمہیں بتاتا کہ فاطمہ زہراؑ کے جسد خاکی کو رات کی تاریکی میں کیوں دفن کیا گیا اور انہوں نے شیخین کو اپنے حجرے میں قدم رکھنے سے کیوں منع فرمایا تھا۔

ہائے افسوس بنت پیغمبرؐ پر جو رنج و افسوس لے کر دنیا سے رخصت ہوگئیں۔

شیخ موسیٰ خسروی

ملک الشعراء صبا کی زبانی ہماری بحث کا خلاصہ

بسی نامه دیدم بعمر خود اندر	زهر نامه ای قصه ها دارم ازبر
ز ابلیس کز کینه زد راه آدم	ز قابیل کو ریخت خون برادر
ز نمرود کز کفر و طغیان و نخوت	بآذر در افکند فرزند آذر
ز دیوی که خاتم ربود از سلیمان	بحیلت جهانی شد اُو را مسخر
ز رنجی که آمد سرائیلیان را	به بیت المقدس در از بخت نصر
ز تهمت که بستند بر دخت عمران	بهر زه درایی جهودان ابتر
ندیدم دل آزار تر زان حدیثی	که بیگانه بگرفت جای پیمبر
شما ای فلان و فلان دین حق را	بدادید خیره به محراب و منبر
به بستید در بر خداوند خانه	گشا دید برروی بیگانگان در
نه از قولتان حجتی دیده مومن	نه از تیغتان ضربتی دیده کافر
همه کارهای علی بود در دین	درخشنده چونانکه در چرخ اختر
ز راز علی هر دو بودید آگه	زره بردتان لیک دیو فسونگر
ببردید ناحق حق دخت احمد	بکردار زشت و بفعل مزور
شد از کینتان ریخته خون قربیٰ	ز امت نه این بود اجر پیمبر
ز خونی که شد ریخته زال احمد	شمائید آویخته روز محشر

نزیبد بجای ہمای ہمایوں نشستہ سیہ زاغ باحال منکر
بجای نبی من علی را شناسم بجای علی نیز شبیر و شبر
علی راست صولت علی راست ہمت
علی راست فخر و علی راست منظر

میں نے اپنی زندگی میں بہت سی کتابیں پڑھی ہیں اور ہر کتاب سے مجھے کئی قصے یاد ہیں۔

مجھے آدمؑ و ابلیس کا قصہ یاد ہے اور مجھے قابیل کا قصہ بھی یاد ہے جس نے بھائی کا ناحق خون بہایا۔

مجھے نمرود کے کفر و تکبر و سرکشی کی داستانیں بھی یاد ہیں اور جو سلوک آذر نے ابراہیمؑ کے ساتھ کیا تھا وہ بھی مجھے اچھی طرح سے یاد ہے۔

جس دیو نے حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی ہتھیا کر جہان پر حکومت کی تھی، مجھے اس کا قصہ بھی یاد ہے۔

بیت المقدس میں بخت نصر نے جو سلوک اسرائیلیوں سے کیا تھا، مجھے اس سلوک کا بھی علم ہے۔

بدبخت یہودیوں نے جو مریمؑ بنت عمران پر تہمت تراشی تھی اور ان کے متعلق انہوں نے جو بیہودہ گفتگو کی تھی، مجھے وہ تمام باتیں ازبر ہیں۔

ان تمام واقعات سے جس واقعے نے میرے دل پر زیادہ اثر کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک بیگانہ پیغمبر اکرمؐ کی مسند پر بیٹھ گیا۔

اے فلاں و فلاں تم نے محراب و منبر میں دین حق کو ایک عجیب انداز میں پیش کیا۔

تم نے گھر کے مالک پر گھر کے دروازے بند کر دیئے اور بیگانوں کے لئے دروازے کھول دیئے۔

آج تک تمہارے قول سے کسی مومن کو حجت نہ مل سکی اور نہ ہی کسی کافر پر تمہاری تلوار چلی۔

دین کے سارے کاموں میں علیؑ پیش پیش رہے اور علیؑ ہی دین کا روشن ستارہ ہے۔

تم دونوں علیؑ کے مقام سے اچھی طرح واقف تھے لیکن تم نے چالاکی سے ان کا مقام ہتھیا لیا۔

تم نے غلط کردار اور جھوٹے افعال سے دختر پیغمبر کے حق پر قبضہ کیا۔

تمہارے کینے کی وجہ سے آل محمدؐ کا خون بہا۔ امت کے لئے اجر پیغمبر یہ قرار نہیں دیا گیا تھا۔

آل محمدؐ کے جتنے بھی خون بہے ہیں قیامت کے دن تمہیں اس کا جواب دینا ہوگا۔

بابرکت "ہما" کی جگہ پر کالا کوا اچھا نہیں لگتا۔

میں علیؑ کو ہی نبی کا قائم مقام سمجھتا ہوں اور حسنؑ و حسینؑ کو علیؑ کا جانشین سمجھتا ہوں۔

دلیری، بہادری، فخر و بلندی علیؑ کو ہی زیب دیتی ہے۔

باب چہارم

وفات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین میں تبدیلی

قارئین کرام نے پچھلے صفحات میں ملاحظہ کیا ہوگا کہ رسول اکرمؐ نے پوری زندگی مشرکین سے اذیتیں اٹھائیں مگر تبلیغ اسلام سے نہ رُکے۔ ایک غلام کی ہدایت کے لئے آپ نے طائف کا پُرخطر سفر کیا اور بنی ثقیف کے اوباشوں سے پتھر کھائے مگر ایک غلام کو حق وصداقت کا راستہ دکھانے میں کامیاب ہوئے۔ اس حصے میں آپ کامل توجہ سے دیکھیں گے کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسلام کے حقیقی وارثوں کو مسند رسول پر نہ آنے دیا گیا اور چند اقتدار پرست افراد کے گروہ نے اقتدار پر قبضہ کرلیا۔

کتنا افسوس کا مقام ہے کہ حضور اکرمؐ کی وہ دن رات کی زحمات اور مجاہدین اسلام کی وہ فداکاری اور جانبازی اور وہ سب سعادت وخوش بختی کی بنیاد جو پیغمبر اسلامؐ کے ہاتھوں رکھی گئی تھی، صرف ایک محدود گروہ کی ہوس رانی کی بھینٹ چڑھ گئی۔ مکتب حق وحقیقت بند کردیا گیا اور پیغمبر اسلامؐ کی تبلیغات و اثرات سے الٹا نتیجہ حاصل کیا گیا۔

اس سے ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے پیغمبر اسلامؐ کے حیات بخش احکامات اور زندہ قرآن کی تعلیمات سے کوئی فائدہ حاصل نہ کیا۔ چنانچہ اسلام کی حیات بخش

۲۔ حضرت عمرؓ نے انتخاب خلیفہ کیلئے چھ ارکان پر مشتمل شوریٰ تشکیل دی تھی اور کہا تھا کہ ان میں سے ایک باقی پانچ کی رضامندی سے خلیفہ بنے گا۔

علمائے اہلسنت کی مذکورہ آراء نقل کرنے کے بعد علامہ امینی لکھتے ہیں:

یہ وہ شرائط ہیں جنہیں اہلسنت امام اور جانشین پیغمبر کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اہلسنت کی نظر میں امام کا مقام ایک سلطان سے زیادہ نہیں ہے جو تدبیر لشکر کرتا ہے اور ظالم کو تنبیہ کر کے اس سے مظلوم کو حق دلاتا ہے اور حدود کا اجراء کرتا ہے۔

اہلسنت کی نظر میں امام کے لئے باقی رعایا سے زیادہ عقل مند ہونا ضروری نہیں ہے اور امام کا باقی رعایا سے زیادہ صاحب علم ہونا بھی ضروری نہیں ہے بلکہ امام کے لئے کسی قاضی کی طرح متوسط معلومات کا حامل ہونا ہی کافی ہے۔

اہلسنت کے عقیدے کے مطابق فسق و فجور اور غصب اموال اور قتل ناحق کی بنا پر امام کو معزول کرنا بھی صحیح نہیں ہے اور سنی عقیدے کے تحت امام نیک ہو یا بدکار، اس کی اطاعت ہر صورت میں ضروری ہے۔

جی ہاں! جب خلافت کے لئے یہ شرائط مقرر ہوئے اور ان شرائط کے تحت نااہل افراد مسند خلافت پر آئے تو انہوں نے خدا و رسول کے احکام کے مقابلے میں اپنے احکام جاری کئے اور مسلمانوں کا منہ بند کرنے کے لئے محدثین سے پہلے ہی اس طرح کی احادیث تیار کرائی جاچکی تھیں کہ خلیفہ کے خلاف بات کرنا حرام ہے اور اس کی اطاعت ہر حالت میں ضروری ہے۔ اسی لئے جب نااہل مسند خلافت پر آئے تو انہیں کوئی بھی شخص روکنے والا نہ تھا اور کسی میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی جرأت نہیں تھی۔

حکمران طبقے نے اپنے خوشامدی محدثین سے اس طرح کی جھوٹی احادیث

تیار کر کے مسلمانوں میں پھیلا رکھی تھیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا:

''میرے بعد بہت سے واقعات پیش آئیں گے اور ان حالات میں جو شخص بھی اٹھ کر لوگوں میں اختلاف ڈالے تو اسے بے دریغ تلوار کے ساتھ قتل کر دو تا کہ جو ہو رہا ہے وہ ہوتا رہے۔''

جب لوگوں میں اس طرح کی جھوٹی احادیث پھیلادی گئیں تو اس سے حکمران طبقے کی قوت میں اضافہ ہوا اور انہوں نے اپنے ہر مخالف کو یہ کہہ کر واجب القتل قرار دیا کہ اس شخص کا خون بہانا حدیث کی رو سے واجب ہے اور پھر حالات نے یہ رخ اختیار کیا کہ جس منبر پر محمد مصطفیٰؐ بیٹھتے تھے اس پر ''طلقاء'' کا نمائندہ معاویہ بیٹھنے لگا۔ اس نے مسجد کوفہ میں لوگوں سے اس بات پر بیعت لی کہ وہ علیؑ سے بیزاری اختیار کریں گے۔

جی ہاں! ایسی ہی خودساختہ احادیث کی وجہ سے عبداللہ بن عمرؓ، یزید بن معاویہ شراب خوار کی بیعت کو خدا و رسولؐ کی بیعت کے نام سے یاد کرتا تھا۔

ایک مرتبہ اسود بن یزید نے بی بی عائشہؓ سے کہا: کیا آپ کو یہ دیکھ کر تعجب نہیں ہوتا کہ ''طلقاء'' سے تعلق رکھنے والا (معاویہ) خلافت کے متعلق اصحاب محمد (مراد حضرت علیؑ) سے جھگڑا کر رہا ہے؟

بی بی عائشہؓ نے کہا: مجھے تعجب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ حکومت و سلطنت خدا کی دین ہے۔ وہ نیک افراد کو بھی حکومت دیتا ہے اور فاسق افراد کو بھی حکومت دیتا ہے۔ فرعون چار سو سال تک ملک مصر کا حاکم بنا رہا۔

عبدالرحمٰن بن خالد کا قتل

معاویہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد نامزد کرے۔ اس نے

اس کے لئے میدان صاف کرنے کے لئے ایک حربہ استعمال کیا۔ اس نے شام کے معززین کو جمع کر کے کہا: میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری موت کا وقت قریب آچکا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک شخص کا انتخاب کر کے جاؤں تا کہ تمہارے امور منظّم رہیں۔ تم لوگ مجھے مشورہ دو کہ میں کس کا انتخاب کروں۔

اہل شام نے کہا: اگر آپ انتخاب کرنا چاہتے ہیں تو پھر خالد بن ولید کے بیٹے عبدالرحمٰن کو منتخب کریں۔

یہ سن کر معاویہ کو سخت صدمہ پہنچا اور اس نے اپنے دل میں ٹھان لیا کہ کسی نہ کسی طرح سے عبدالرحمٰن کا پتہ صاف کرنا ہے۔

ایک دن عبدالرحمٰن کو ہلکا سا بخار ہوا تو معاویہ نے اپنے یہودی طبیب کو اس کے پاس بھیجا کہ وہ اسکی عیادت کے بہانے جائے اور اسے زہر دیدے۔

طبیب عیادت کے بہانے گیا اور اس نے اسے دوائی دی کہ وہ اس کی دوائی کھالے تا کہ صحتیاب ہو جائے۔

دوائی میں زہر ملا ہوا تھا۔ جیسے ہی عبدالرحمٰن نے دوائی کھائی تو اس کی طبیعت بگڑ گئی اور وہ مر گیا۔

اس کے مرنے کا اس کے بھائی مہاجر بن خالد کو سخت صدمہ ہوا اور وہ یہودی طبیب کی تاک میں رہا اور جلد ہی اسے موقع مل گیا۔ یہودی طبیب معاویہ کے پاس سے نکل کر گھر کی طرف جا رہا تھا کہ مہاجر نے اسے جالیا اور اپنے بھائی کے انتقام میں اسے قتل کر دیا۔

جی ہاں! دربار خلافت کے ایما پر بننے والی احادیث کی وجہ سے ہی شمر لعین بھی اپنے آپ کو بے گناہ سمجھتا تھا۔

ابواسحاق کا بیان ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا قاتل شمر لعین ہمارے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور نماز کے بعد وہ کہتا تھا کہ خدایا! تو صاحب شرافت ہے اور صاحبان شرافت کو تو پسند کرتا ہے۔ تو خود جانتا ہے کہ میں بھی صاحب شرافت انسان ہوں۔ مجھے بخش دے۔

میں (راوی) نے اسے کہا: تو امام حسینؑ کا قاتل ہے۔ خدا تجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔

شمر نے کہا: میں نے اپنی مرضی سے تو حسینؑ کو قتل نہیں کیا تھا۔ مجھے میرے حکام نے ان کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور حکام کی خلاف ورزی کرنا حرام ہے۔ اگر میں حکمرانوں کا فرمان تسلیم نہ کرتا تو میں گدھے سے بھی بدتر ہوتا۔[1]

اس حصے کے آئندہ صفحات میں آپ یہ پڑھیں گے کہ سقیفہ کا حادثہ اچانک رونما نہیں ہوا تھا اس کے لئے کئی سالوں سے منصوبہ بندی کی گئی تھی اور ارباب سقیفہ نے ایک عرصے سے اپنے اقتدار کے منصوبے بنا رکھے تھے۔ ان میں حضرت علی علیہ السلام کے سے فضائل و مناقب موجود نہیں تھے اسی لئے انہوں نے مختلف قسم کے حیلوں بہانوں سے اقتدار کے سرچشمے تک رسائی حاصل کی۔

حضرت علی علیہ السلام کی ہر کامیابی دشمن کو تیر کی طرح سے چبھتی تھی۔ حضرت علیؑ کا فاتح خیبر ہونا، عمرو بن عبدوُد کا قاتل ہونا، شوہر بتولؑ ہونا اور آپ کا حضرت ابوبکرؓ سے سورۂ توبہ کی آیات لے کر حج میں تبلیغ کرنا اور.....اور.....اور..... یہ سب کچھ ان کے سیاسی رقیبوں کی نگاہوں میں کانٹے کی طرح سے کھٹکتا تھا۔

۱۔ یہاں علامہ امینی کی گفتگو اختتام کو پہنچتی ہے۔ از الغدیر، ج ۷، ص ۱۴۷۔

سرگوشی کی ہو؟ اور جب ابوبکرؓ و عمرؓ نے کہا کہ یارسول اللہؐ! آپ نے ہمیں دور رکھ کر علیؑ کے ساتھ طویل سرگوشی کی، تو رسول خداؐ نے ان سے فرمایا تھا کہ میں نے اپنی طرف سے اس سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے مجھے اس کا حکم دیا۔

اگر ہم سقیفہ کے تمام علل و اسباب کا جائزہ لیں تو بات بہت لمبی ہو جائے گی۔ ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اسلام و مسلمین کے لئے جتنی خدمات سرانجام دیں تو حاسدوں کا حسد بھی اتنا ہی بڑھتا گیا اور انہوں نے اپنے جذبۂ حسد سے مجبور ہو کر یہ فیصلہ کرلیا کہ وہ ہر قیمت پر علیؑ کو پیچھے رکھیں گے۔ حسد کے یہ شعلے اعلان غدیر کے بعد اور زیادہ بھڑک اٹھے تھے کیونکہ غدیر خم پر رسول اکرمؐ نے ایک بڑے مجمع میں انہیں اپنا جانشین اور اہل ایمان کا مولا نامزد کیا تھا۔

خطبہ غدیر کے بعد ارباب سقیفہ کی سرگرمیوں میں اور تیزی پیدا ہوئی۔ رسول خداؐ کی زندگی کے آخری ایام میں دو مرتبہ منافقین نے آپ کی جان لینے کی بزدلانہ کوشش کی تھی۔ ایک مرتبہ جنگ تبوک سے واپسی پر ایک پہاڑی درے کے قریب کچھ منافق رات کے وقت چھپ کر بیٹھ گئے تھے اور انہوں نے رسول خداؐ کے ناقہ کو بدکانے کی کوشش کی تھی جس میں انہیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی۔

دوسری مرتبہ اعلان غدیر کے بعد بھی منافقین نے اپنا پرانا حربہ آزمایا تھا۔ جب رسول اکرمؐ مکہ سے واپس مدینہ آرہے تھے تو "ھرشی" نامی گھاٹی میں کچھ منافقین آکر آپ کی تاک میں بیٹھ گئے تھے۔ جب آنحضرتؐ اس گھاٹی کے قریب پہنچے تو آپ نے حذیفہ بن یمانؓ سے فرمایا کہ وہ اونٹ کی مہار کو پکڑے اور عمار یاسرؓ سے فرمایا کہ وہ پیچھے سے اونٹ کو ہنکائے۔ جب آپ گھاٹی کی چوٹی پر پہنچے تو منافقین کونوں کھدروں سے نکلے اور انہوں نے آپ کے اونٹ کو بھگانے کی کوشش کی۔

رسول اکرمؐ نے سواری سے فرمایا: اسکنی ولیس علیک بأس.
پرسکون رہ، تجھے کوئی اذیت نہ پہنچے گی۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے اونٹ نے فصیح عربی زبان میں کہا: واللّٰه یارسول اللّٰه لا ازلت یداعن مستقر ولا رجلا عن موضع رجل وانت علی ظهری:
یارسول اللہؐ! خدا کی قسم جب تک آپ میری پشت پر موجود ہیں تو میں اپنے ہاتھ اور پاؤں کو اصلی جگہ سے ہرگز نہیں ہٹاؤں گا۔

جب منافقین نے دیکھا کہ اونٹ تو بدکنے سے رہا تو انہوں نے تلواریں نکال کر آپ پر حملہ کرنا چاہا مگر حذیفہ اور عمار نے انہیں بھگا دیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

ام ابرموا امرا فانا مبرمون ام یحسبون انا لا نسمع سرهم و نجواهم بلی ورسلنا لدیهم یکتبون. تو کیا انہوں نے کسی کام کا محکم ارادہ کرلیا ہے تو ہم بھی اپنی بات کو محکم بنانے والے ہیں۔ یا ان کا خیال یہ ہے کہ ہم ان کے راز اور ان کی خفیہ باتوں کو نہیں سن سکتے؟ ہم تو کیا ہمارے نمائندے سب کچھ لکھ رہے ہیں۔ (زخرف: ۷۹و۸۰)

تفسیر برہان کی جلد چہارم کے صفحہ ۱۵۴ پر ائمہ طاہرینؑ سے اس مفہوم کی کچھ روایات مروی ہیں کہ یہ آیات منافقین اور ولایت علیؑ کے مخالفین کے متعلق نازل ہوئیں۔

ان روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا: رسول خداؐ نے مسلمانوں سے دو بار علیؑ کی جانشینی کے لئے عہد لیا تھا۔ ایک عہد تو اس وقت لیا جب آپ نے فرمایا تھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا ولی کون ہے؟ جواب میں صحابہ نے کہا تھا کہ خدا اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ اس وقت آنحضرتؐ نے

علیؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تمہارا ولی یہ ہے اور یہی صالح المومنین ہے۔

آپ نے دوسری بار مسلمانوں سے مقام غدیر پر عہد لیا تھا اور فرمایا تھا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔

اس اعلان کے بعد منافقین نے آپس میں معاہدہ کیا کہ وہ خلافت کو پیغمبر کے خاندان میں کبھی نہیں آنے دیں گے اور انہیں خمس کی ادائیگی بھی نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ان کے عہد و پیمان سے مطلع کیا اور اس وقت یہ آیت نازل کی: ”ام ابرموا امرا فانا مبرمون.“

اس کے بعد حضرت علیؑ کی خلافت کے مخالفین ایک جگہ جمع ہوئے اور انہوں نے ایک معاہدہ تحریر کیا جس میں انہوں نے لکھا کہ وہ پیغمبر کے بعد کسی قیمت پر علیؑ کو حکومت سپرد نہیں ہونے دیں گے۔ ان لوگوں نے اپنے معاہدے پر پورا پورا عمل کیا۔

اور اگر ان لوگوں کا پہلے سے یہ طے شدہ منصوبہ نہ ہوتا تو رسول خداؐ کو یوں بے گور و کفن چھوڑ کر سقیفہ میں نہ جاتے اور وہاں خلیفہ کا انتخاب نہ کرتے۔

اب ہم سقیفہ کے واقعات کو مدارک و مآخذ کے حوالہ جات سے نقل کرتے ہیں تاکہ ہمارے محترم قارئین خود ہی یہ اندازہ لگاسکیں کہ سقیفہ کا اجتماع اسلام کے فائدے کے لئے تھا یا اسلام کی جڑوں کو کاٹنے کے لئے منعقد کیا گیا تھا؟

سقیفہ بنی ساعدہ

پیغمبر اکرمؐ نے اپنی وفات کے قریب ایک لشکر تشکیل دیا جس کا سالار اسامہ بن زیدؓ کو مقرر کیا اور اس سے فرمایا: تم لشکر لے کر جاؤ اور شام کے قریب دشمن کی سرکوبی کرو۔

آپ نے اسامہؓ کو چار ہزار افراد کے لشکر کا امیر مقرر کیا جس میں مدینے کی تمام نامور شخصیات بالخصوص جن سے یہ اندیشہ ہوسکتا تھا کہ یہ لوگ حضرت علیؑ کے سیاسی حریف ثابت ہوں گے، ان سب کو لشکر اسامہؓ میں شامل کر کے مدینے سے باہر بھیج دیا۔

ماہ صفر کی اٹھائیس تاریخ بدھ کے دن آپ کی طبیعت زیادہ ناساز ہوئی اور آپ کو بخار اور شدید سر درد محسوس ہوا اور جمعرات کے دن اگرچہ آپ کی طبیعت بدستور ناساز تھی اس کے باوجود آپ نے اپنے ہاتھ سے پرچم باندھا اور اسامہؓ کے حوالے کیا اور اس سے فرمایا: اغز بسم اللّٰہ وفی سبیل اللّٰہ فقاتل من کفر باللّٰہ. اللہ کا نام لے کر اللہ کے منکروں سے اللہ کی راہ میں جنگ کرو۔

اسامہؓ نے بریدہ بن حصیبؓ کو علمدار لشکر مقرر کیا اور مدینے سے باہر جرف میں پڑاؤ ڈالا تاکہ تمام سپاہی جمع ہو جائیں تو وہ مدینے سے حرکت کرے۔

رسول اکرمؐ نے ابوبکرؓ بن ابی قحافہ، عمرؓ بن الخطاب، عثمانؓ بن عفان، سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ بن جراح، سعید بن زید، قتادہ بن نعمان، سلمہ بن اسلم بن

جریش کے علاوہ سابقین اولین اور انصار کی سرکردہ شخصیات کو نام بہ نام لشکر اسامہؓ میں جانے کا حکم دیا۔

آپ لشکر اسامہؓ کی روانگی کے لئے اتنے حساس اور فکر مند تھے کہ آپ بار بار یہ جملے دہراتے تھے: **جهزوا جيش اسامة لعن الله من تخلف عنها.** اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کرو جو اس سے پیچھے رہے اس پر خدا کی لعنت ہو۔

رسول خداؐ نے قیس بن سعد اور حباب بن منذر کو روانہ کیا کہ وہ جا کر لشکر کو روانہ کریں اور لوگوں سے کہیں کہ وہ فرمان پیغمبر کے متعلق کوئی سستی نہ کریں۔

وہ لوگ جو پہلے سے یہ طے کر چکے تھے کہ حضرت علیؑ کو اقتدار حکومت پر متمکن نہیں ہونے دیں گے تو وہ رسول خداؐ کی اس حکمت عملی کو سمجھ گئے کہ حضور اکرمؐ کی زندگی کے لمحات کم سے کم ہو رہے ہیں اور رسول خداؐ اسی لئے انہیں مدینے سے دور بھیج رہے ہیں تا کہ حضرت علیؑ کو کسی سیاسی حریف کا سامنا نہ کرنا پڑے اور وہ کسی تردد کے بغیر مسند خلافت سنبھال سکیں۔

حضرت علیؑ کے سیاسی حریف چاہتے تھے کہ نبی اکرمؐ کی حکمت عملی ناکام ہو جائے اسی لئے انہوں نے ایسے حیلے بہانے شروع کر دیئے تا کہ انہیں ان حساس اور فیصلہ کن لمحات میں مدینے سے باہر نہ جانا پڑے۔ اسی لئے ان لوگوں نے اسامہؓ بن زیدؓ کی سالاری پر تنقید کی اور کہا: اسامہؓ کل کا بچہ ہے یہ سابقین اولین کا سالار کیسے ہوسکتا ہے؟

جب رسول خداؐ نے ان لوگوں کے اس بہانے کو سنا تو آپ سخت بخار کے باوجود گھر سے باہر تشریف لائے۔ آپ نے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ آپ نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا: اے مسلمانو! میں یہ کیسی باتیں سن رہا ہوں کہ تم لوگ اسامہؓ کی سالاری کی تحقیر کر رہے ہو۔ تم نے آج صرف اسامہؓ کو ہی سالاری کے قابل

نہیں سمجھا بلکہ تم نے اس سے پہلے جنگ موتہ کے موقع پر اس کے باپ زیدؓ پر بھی اعتراض کیا تھا۔ خدا کی قسم زیدؓ سالاری کے لائق تھا اور آج اس کا بیٹا اسامہؓ بھی سالاری کے قابل ہے۔

اس کے بعد آنحضرؐت نے اسامہؓ کے متعلق لوگوں کو کچھ مزید سفارشات فرمائیں اور اس کے بعد آپ نے منبر چھوڑ دیا اور اپنے گھر آ گئے۔

اسامہؓ کے ساتھ جانے والے افراد دستہ دستہ بن کر آپ کے پاس آتے اور الوداع کر کے روانہ ہو جاتے۔ اس دن آپ شدید بیماری کی حالت میں لوگوں سے یہی کہتے رہے: اسامہؓ کے لشکر کو روانہ کرو۔

دوسرے دن اسامہؓ آپ سے الوداع کرنے کے لئے لشکر گاہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ آپ کے سرہانے آ کر بیٹھا اور اس نے آپ کے ہاتھوں کا بوسہ دیا۔ اس وقت آپ کی تکلیف میں کچھ افاقہ ہو چکا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: اغز علی برکة اللّٰه. جاؤ اور اللہ کی برکت کا سہارا لے کر جنگ کرو۔

اسامہؓ آپ کے پاس سے اٹھ کر لشکر گاہ آئے اور انہوں نے کوچ کا ارادہ کیا۔ مگر کچھ لوگوں نے مخالفت کی۔[1] ابوبکرؓ و عمرؓ و ابوعبیدہ بن جراح (سقیفہ کے اصل محرکین) اور ان کے دوستوں نے اسامہؓ سے کہا: تم جلدی نہ کرو کیونکہ آنحضرؐت کی طبیعت انتہائی ناساز ہے۔ مدینے کو خالی نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ کسی وقت بھی کوئی بڑا حادثہ پیش آ سکتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو ہم اس کا تدارک نہ کر سکیں گے۔ آخر کار انہوں نے اپنے الفاظ سے لشکر کو روانہ نہ ہونے دیا۔

دوسری طرف سے آنحضرؐت کے گھر سے بی بی عائشہؓ لمحہ لمحہ کی رپورٹ

۱۔ یہاں تک شیعہ و سنی روایات میں اختلاف نہیں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے جیش اسامہ کو چلے جانے کی اس قدر تاکید کی۔ مگر کچھ لوگوں نے مخالفت کی ہے۔

بھیج رہی تھیں اور اپنے والد کو آنحضرتؐ کی طبیعت کے اتار چڑھاؤ سے مطلع کر رہی تھیں۔ بی بی عائشہؓ نے صہیب کو یہ پیغام دے کر روانہ کیا کہ اس مرض سے آنحضرتؐ کا جانبر ہونا نہایت دشوار ہے۔ لہذا ابوبکرؓ و عمرؓ و ابوعبیدہ کو مدینے آنا چاہیئے لیکن انہیں آدھی رات کے بعد مدینے میں داخل ہونا چاہیئے۔

صہیبؓ نے بی بی کا پیغام مذکورہ افراد کو پہنچایا۔ جیسے ہی صہیب نے انہیں یہ پیغام پہنچایا تو مذکورہ افراد صہیب کو لے کر اسامہؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ آنحضرتؐ کی طبیعت انتہائی ناساز ہے۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم ایک بار اور دیکھ لیں اور پھر واپس آ جائیں؟

اسامہؓ نے ان سے کہا: تم مدینے ضرور جاؤ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس طرح جاؤ کہ کسی اور اطلاع نہ ہو۔

بہرنوع مذکورہ افراد رات کی تاریکی میں لشکرگاہ سے روانہ ہو کر مدینے آئے۔ اس دوران آنحضرتؐ کی طبیعت میں کچھ افاقہ آچکا تھا۔ آپ نے صبح کے وقت فرمایا: **قد طرق ليلتنا هذا المدينه شر عظيم.** آج رات مدینے میں ایک بڑی مصیبت پیش آئی ہے۔

حاضرین نے پوچھا: یارسول اللہؐ! کیا ہوا؟

آپ نے فرمایا: **ان الذين كانوا في جيش اسامة قد رجع منهم نفريخالفون عن امرى الا انى الى الله منهم براء ويحكم نفذوا جيش اسامة. فلم يزل يقول ذلک حتى قالها مرات كثيرة.** آج رات لشکر اسامہؓ سے کچھ افراد میرے فرمان کی مخالفت کرتے ہوئے واپس آئے ہیں۔ ایسے افراد سے میں خدا کی بارگاہ میں بیزار ہوں۔ لشکر اسامہؓ کو روانہ کرو۔

آپ نے یہ جملے کئی بار دہرائے۔

آنحضرتؐ کی بیماری کے دنوں میں دستور تھا کہ جب بلالؓ اذان دیتے اور رسول خداؐ امامت کے قابل ہوتے تو آپ خود نماز پڑھاتے تھے اور اگر بیماری کی وجہ سے آپ مسجد جانے کے قابل نہ ہوتے تو حضرت علیؑ جماعت کراتے تھے۔

جیسے ہی دوسری صبح ہوئی تو بی بی عائشہؓ نے صہیب کو اپنے والد کے پاس بھیجا کہ رسول خداؐ کی طبیعت ناساز ہے وہ نماز نہیں پڑھا سکیں گے اور علیؑ بھی عیادت میں مصروف ہیں اسی لئے وہ بھی جماعت کی امامت نہیں کرائیں گے اور تم اس سنہری موقع کو ہاتھ سے مت گنواؤ اور لوگوں کو نماز پڑھاؤ اور تمہاری یہ نماز آئندہ کے لئے ایک دلیل و برہان کا کام دے گی۔

حضرت ابوبکرؓ مسجد میں آئے اور لوگوں سے کہا کہ مجھے رسول خداؐ نے نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے۔ اتنے میں بلالؓ، رسول خداؐ کے گھر سے مسجد میں آئے تو انہوں نے لوگوں سے کہا: آپ لوگ صبر کریں تاکہ میں رسول اکرمؐ سے یہ بات پوچھ لوں۔

بلالؓ دروازۂ پیغمبر پر آئے اور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دستک کی آواز رسول خداؐ نے سنی تو فرمایا: دیکھو کیا معاملہ ہے؟

فضل بن عباسؓ نے دروازہ کھولا اور بلالؓ نے انہیں واقعہ کی اطلاع دی۔ فضلؓ نے رسول اکرمؐ کو واقعہ سے مطلع کیا۔

جب آنحضرتؐ نے یہ بات سنی تو فرمایا: اقیمونی اقیمونی اخرجونی الی المسجد والذی نفسی بیدہ قد نزلت بالاسلام نازلة و فتنة عظیمة من الفتن. مجھے سہارا دے کر کھڑا کرو اور مجھے مسجد لے جاؤ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اسلام پر ایک آفت آئی ہے اور اسلام پر ایک بہت بڑی آزمائش آپڑی ہے۔

آپ نے سر پر پٹی باندھی اور علیؑ اور فضلؓ آپ کو کندھوں سے سہارا دے کر مسجد کی طرف لے گئے۔ آپ کے قدم زمین پر خط کھینچ رہے تھے۔ جب آپ مسجد میں تشریف لائے تو لوگ ادھر ادھر ہونے لگے۔ آنحضرتؐ نے دیکھا کہ ابوبکرؓ محراب میں کھڑے تھے اور ابوعبیدہ اور سالم ان کے دائیں بائیں کھڑے تھے۔

رسول اکرمؐ آگے بڑھے اور انہیں محراب سے ہٹا دیا اور خود محراب میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ آنحضرتؐ نے جیسے ہی نماز مکمل کی تو ابوبکرؓ کو وہاں نہ پایا۔

آپ نے فرمایا: تم ابوقحافہ کے فرزند اور اس کے ساتھیوں سے تعجب نہیں کرتے کہ میں نے انہیں اسامہؓ کے لشکر میں جانے کا حکم دیا اور انہیں شام کی طرف روانہ ہونے کا فرمان جاری کیا لیکن انہوں نے میرے فرمان کی مخالفت کی اور فتنہ بھڑکانے کیلئے مدینے چلے آئے۔ متوجہ رہو خدا انہیں ہی فتنے میں ڈالے گا۔

پھر آپ نے فرمایا: مجھے منبر پر بٹھاؤ۔ جب آپ منبر پر بیٹھ گئے تو فرمایا:

انی مخلف فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا ولن تزلوا، کتاب الله وعترتی اهل بیتی، هما الخلیفتان فیکم و انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض، فاسئلکم بما خلفتمونی فیهما و لیذادن یومئذ رجال عن حوضی کما تذاد الغریبة من الابل فتقول رجالی: انا فلان وانا فلان. فاقول: اما الاسماء فقد عرفت ولکنکم ارتددتم من بعدی فسحقًا لکم.

میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جب تک تم ان سے وابستہ رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور نہ ہی لغزش کھاؤ گے اور وہ ہیں اللہ کی کتاب اور میری عترتؑ اہلبیتؑ۔ یہ دونوں تمہارے درمیان میرے جانشین ہیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے جب تک میرے پاس حوض کوثر پر نہ پہنچ جائیں۔ وہاں میں تم سے پوچھوں گا کہ تم نے ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کیا

تھا؟ اس دن میرے حوض سے کچھ افراد کو اسی طرح سے ہانکا جائے گا جس طرح سے اجنبی اونٹ کو گلے سے ہانکا جاتا ہے۔ اس وقت لوگ مجھ سے کہیں گے کہ میں فلاں ہوں، میں فلاں ہوں، میں کہوں گا کہ ان ناموں کو میں پہچانتا ہوں لیکن تم میرے بعد مرتد ہوگئے تھے۔ خدا تمہیں اپنی رحمت سے دور رکھے۔

اس گفتگو کے بعد پیغمبر اکرمؐ منبر سے نیچے اترے اور بیت الشرف میں تشریف لے گئے۔

یہاں تک کے واقعات ہم نے شیعہ کتابوں سے نقل کئے ہیں۔ اب آپ مشہور سنی عالم ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ کی زبانی یہ واقعات پڑھیں۔

ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ کی جلد سوم صفحہ ۹۶۰، طبع بیروت میں امیرالمومنینؑ کے فرمان اما فلانة فادر کھا رأی النساء وضغن غلافی صدرھا (رہیں فلاں تو ان میں عورتوں والی کم عقلی آ گئی ہے اور لوہار کے کڑھاؤ کی طرح کینہ وعناد ان کے سینے میں جوش مار رہا ہے) کے ضمن میں لکھتے ہیں:

جب میں اپنے استاد شیخ ابو یعقوب یوسف بن اسماعیل لمعانی سے علم کلام پڑھا کرتا تھا تو میں نے ان سے حضرت علیؑ کے اس فرمان کے متعلق سوال کیا تو شیخ نے اس کا طویل جواب دیا اور استاد کے جواب کے جو الفاظ مجھے یاد رہے میں وہ الفاظ دہراؤں گا اور باقی الفاظ کا مفہوم اپنے لفظوں میں بیان کروں گا۔

(ابن ابی الحدید کے استاد کا بیان کردہ تمام مفہوم ہماری بحث سے مربوط نہیں ہے اسی لئے ہم اس میں سے بقدر ضرورت یہاں نقل کرتے ہیں)۔

شیخ ابو یعقوب نے کہا:

رسول اکرمؐ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؑ کا بے حد احترام کیا کرتے تھے اور دختر کشی کے اس ماحول میں کوئی شخص یہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ ایک باپ اپنی

بیٹی سے اتنی محبت بھی کرسکتا ہے۔ آنحضرتؐ نے کئی بار اور مختلف مقامات پر کہا تھا کہ فاطمہؑ زمانے کی تمام عورتوں کی سردار ہے اور وہ بھی مریمؑ بنت عمران کی مانند معصوم ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا اور فاطمہؑ عرصہ محشر میں آئیں گی تو اس وقت ایک منادی ندا دے کر کہے گا: اے اہل محشر اپنی گردنیں جھکالو اور آنکھیں بند کرلو تاکہ فاطمہ بنت محمدؐ گزر سکیں۔ یہ حدیث احادیث صحیح میں سے ہے، ضعیف احادیث میں سے نہیں ہے۔ رسول خداؐ کا بیٹی سے یہ تمام برتاؤ بی بی عائشہؓ پر شاق گزرتا تھا۔ حضرت فاطمہؑ کو خدا نے بڑی عظمت عطا کی تھی کیونکہ رسول خداؐ نے اپنی مرضی سے اپنی صاجزادی کا نکاح حضرت علیؑ سے نہیں کیا تھا۔ آپ کے نکاح پڑھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے علیؑ و فاطمہؑ کا صیغہ عقد پڑھا اور ملائکہ کو اس کا گواہ بنایا۔ اس کے بعد رسول خداؐ نے سیدہؑ کا حضرت علیؑ سے نکاح پڑھا تھا۔

آنحضرتؐ نے متعدد بار یہ جملے فرمائے: يؤذيني ما يؤذيها و يغضبي ما يغضبها و انها بضعة مني. جو چیز فاطمہؑ کو اذیت دے تو وہ مجھے اذیت دیتی ہے اور جو فاطمہؑ کو ناراض کرے وہ مجھے ناراض کرتا ہے۔ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔

الغرض اس طرح کی تعظیم و توقیر سے بی بی کے حسد کے جذبات برانگیختہ ہوتے تھے۔ آنحضرتؐ نے اپنی صاجزادی کا جتنا احترام کیا بی بی کے دل میں اتنی ہی جلن بڑھتی گئی اور فاطمہؑ کی وجہ سے بی بی ان کے شوہر علیؑ سے بھی کینہ رکھنے لگی تھیں۔

مدینے کی عورتیں بی بی عائشہؓ کی باتیں حضرت فاطمہؑ تک پہنچاتی تھیں اور بعض عورتیں حضرت فاطمہؑ کی باتیں بی بی عائشہؓ کے سامنے نقل کرتی تھیں۔ یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ حضرت فاطمہؑ نے سوتیلی ماں کی باتوں کی شکایت اپنے شوہر علیؑ سے کی اور بی بی عائشہؓ نے حضرت فاطمہؑ کے رویے کی شکایت اپنے والد ابوبکرؓ سے۔

کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جانتی تھیں کہ اگر انہوں نے رسول اکرمؐ کے سامنے ان کی صاحبزادی کی شکایت کی تو وہ انہیں ڈانٹ دیں گے۔ اسی لئے انہوں نے رسول خداؐ سے شکایت کرنے کی بجائے حضرت ابوبکرؓ سے شکایت کرنے میں عافیت سمجھی اور بی بی کی مسلسل شکایات کی وجہ سے ابوبکرؓ کے دل میں بھی حضرت سیدہؑ اور علیؑ کے متعلق کینہ پیدا ہوگیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کدورت میں اضافہ ہوتا گیا کیونکہ پیغمبر اکرمؐ وقتاً فوقتاً علیؑ کے فضائل بیان کرتے تھے اور آپ ہمیشہ علیؑ کا احترام کیا کرتے تھے۔ بعد میں اسی کدورت نے حسد کی شکل اختیار کرلی۔ طلحہ بی بی عائشہؓ کے چچا کا بیٹا تھا اسی لئے اسے بھی اپنے خاندان کے افراد کی طرح سے علیؑ و فاطمہؑ سے خدا واسطے کا بیر تھا۔ بی بی عائشہؓ کو رسول خداؐ کی طرف سے علیؑ کا اتنا زیادہ احترام ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔

ایک مرتبہ رسول خداؐ، حضرت علیؑ سے راز و نیاز کی باتوں میں مصروف تھے کہ بی بی عائشہؓ سے برداشت نہ ہوسکا۔ آخرکار وہ ان دونوں کے درمیان آکر بیٹھ گئیں اور کہنے لگیں: آپ حضرات کافی دیر سے کس چیز کے متعلق اتنی طولانی گفتگو کررہے ہیں؟

ان رسول اللّٰہ غضب ذلک الیوم. بی بی عائشہؓ کی اس جسارت کی وجہ سے آنحضرتؐ غضب ناک ہوئے۔

بی بی عائشہؓ کو فاطمہؑ سے اس لئے بھی حسد تھا کہ رسول خداؐ ان کے فرزندوں کو اپنا بیٹا کہہ کر پکارتے تھے جبکہ بی بی عائشہؓ نعمت اولاد سے محروم تھیں۔

حسد و رشک کی یہ فضا مسلسل قائم رہی یہاں تک کہ رسول اکرمؐ بیمار ہوئے اور انہوں نے بی بی عائشہؓ کے گھر میں قیام کیا۔ اس پورے عرصے میں حضرت علیؑ کو یقین تھا کہ خلیفہ پیغمبر صرف وہی ہوں گے اور ان کے ساتھ مسئلہ

خلافت میں کوئی بھی شخص اختلاف نہیں کرے گا۔

(یہاں ابن ابی الحدید نے حدیث غدیر اور دیگر احادیث کا بھی حوالہ دیا ہے جسے ہم کسی اور جگہ پر نقل کریں گے)۔

اسی لئے وفات پیغمبر کے دن رسول خداؐ کے چچا عباسؓ نے حضرت علیؑ سے کہا: آپ اپنا ہاتھ دراز کریں میں آپ کی خلافت پر بیعت کرتا ہوں۔ میری بیعت کی وجہ سے آپ کی خلافت مستحکم ہو جائے گی اور لوگ کہیں گے کہ رسول خداؐ کے چچا نے ان کے ابن عم کی بیعت کرلی ہے اس لئے کوئی دو شخص بھی آپ کے متعلق اختلاف نہیں کریں گے۔

حضرت علیؑ نے کہا: کیا کوئی اور شخص بھی خلافت کی طمع کرسکتا ہے؟

عباسؓ نے کہا: آپ کو عنقریب ہی معلوم ہو جائے گا۔ میں آپ کی بیعت چھپ کر نہیں بلکہ علی الاعلان کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت علیؑ نے کچھ نہ کہا۔

شیخ ابویعقوب نے کہا: جب آنحضرتؐ کی بیماری نے شدت اختیار کی تو آپ نے لشکر اسامہؓ کو شام کی طرف جانے کا حکم صادر فرمایا۔ آپ نے ابوبکرؓ اور مہاجرین و انصار کی تمام بااثر شخصیات کو حکم دیا کہ وہ بھی لشکر اسامہؓ میں شامل ہو کر شام کی طرف چلے جائیں۔ آپ نے یہ سب کچھ علیؑ کی خلافت کو آسان بنانے کی غرض سے کیا تھا کیونکہ آپ چاہتے تھے کہ آپ کی وفات کے وقت مہاجرین و انصار کے سربرآوردہ افراد نہ مدینے میں ہوں اور نہ ہی کوئی علیؑ کے ساتھ خلافت کے متعلق نزاع کرے۔

لیکن عملی طور پر ایسا نہ ہوسکا کیونکہ بی بی عائشہؓ نے خفیہ طور پر کسی کو بھیج کر اپنے والد کو یہ اطلاع کروائی کہ رسول اللہؐ بس دنیا سے رحلت کرنے ہی والے

ہیں۔ یہ خبر سن کر ابوبکرؓ واپس آ گئے اور دوسری صبح انھوں نے مسجد نبوی میں مسلمانوں کو نماز پڑھائی۔

علیؑ کہا کرتے تھے کہ عائشہؓ نے بلالؓ سے کہا تھا کہ وہ ابوبکرؓ سے کہیں وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں جبکہ حقیقت یہ تھی کہ رسول خداؐ نے بس یہ کہا تھا کہ کوئی بھی شخص مسلمانوں کو نماز پڑھوا دے۔ آنحضرتؐ نے کسی ایک کا نام لے کر امامت نماز کے لئے مقرر نہیں کیا تھا۔ وہ نماز فجر تھی اور جب آنحضرتؐ کو معلوم ہوا کہ ابوبکرؓ ان کے مصلیٰ پر کھڑے ہو گئے ہیں تو آپ علیؑ اور فضلؓ کے بازوؤں کا سہارا لے کر خود مسجد میں آئے جیسا کہ احادیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ نماز پڑھانے کے بعد آپ گھر میں داخل ہوئے تو آپ کی وفات ہوگئی۔

ایک سادہ سے واقعہ سے لوگوں نے ابوبکرؓ کی خلافت کا استدلال کیا کہ انھوں نے آنحضرتؐ کی زندگی میں مسلمانوں کو نماز پڑھائی تھی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ محراب میں نماز پڑھا رہے تھے کہ رسول خداؐ نے انہیں اپنے محراب سے پیچھے ہٹا دیا تھا اور آپ نے خود نماز پڑھائی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کے بہی خواہ یہاں سے عذر لاتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے سخت بیماری کے عالم میں مسجد آنے کی زحمت اس لئے فرمائی تھی کہ آپ چاہتے تھے کہ نماز جماعت کسی بھی حالت میں ترک نہ ہونے پائے۔

اسی امامت نماز کی اساس پر حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی گئی۔ حضرت علیؑ اس سارے واقعے کی نسبت بی بی عائشہؓ کی طرف دیتے تھے اور خلوت میں اپنے دوستوں سے اس بات کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔

حضرت علیؑ اپنے ساتھیوں کو یہ بتایا کرتے تھے کہ وفات کے دن پیغمبر اسلامؐ نے اپنی زبان سے کہا تھا: "تم یوسفؑ کی ہم نشین عورتوں کی مانند ہو" اور آنحضرتؐ نے یہ جملہ بی بی عائشہؓ و حفصہؓ کے لئے کہا تھا کیونکہ وہ دونوں اپنے

اپنے باپ کو مسند خلافت پر دیکھنے کی شدید آرزو مند تھیں اور آنحضرتؐ نے ان کے اسی رویے کو مدنظر رکھ کر انہیں یوسفؑ کی ہم نشین عورتوں سے تشبیہ دی تھی اور ان دونوں کی خواہش کو باطل ثابت کرنے کی غرض سے آپ شدید بیماری کے عالم میں گھر سے باہر تشریف لائے تھے اور ابوبکرؓ کو محراب سے پیچھے ہٹا دیا تھا۔

اس لئے حضرت علیؑ خلافت ابوبکرؓ کی نسبت بی بی عائشہؓ کی طرف دیا کرتے تھے اور اس کو ایک عظیم مصیبت سے تعبیر کرتے تھے اور جب خدا کے حضور آپ تنہا ہوتے تو بی بی عائشہؓ کو بددعا دیا کرتے تھے اور خدا کے حضور ان کے رویے کی شکایت کیا کرتے تھے۔ ان ہی علل و اسباب کی وجہ سے حضرت علیؑ نے ابوبکرؓ کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد انہیں مجبور ہو کر بیعت کرنی پڑی تھی۔ رسول خداؐ کی وفات کے دن بھی حضرت علیؑ و فاطمہؑ کو بی بی عائشہؓ کے متعلق ایسی باتوں کی اطلاع ملی جو ان دونوں کے لئے دل آزاری کا موجب ثابت ہوئیں۔

حضرت فاطمہؑ کی وفات تک حضرت علیؑ ان دل آزاریوں کو برداشت کرتے رہے۔ رسول خداؐ کی وفات کے بعد حکومت کی باگ ڈور بی بی عائشہؓ کے والد کے ہاتھ میں آ گئی اب موقع تھا کہ وہ جس طرح چاہتیں انتقام لے سکتی تھیں۔ حکومت کی وجہ سے عائشہؓ کی قوت میں کئی گنا اضافہ ہو گیا جبکہ وفات پیغمبر کی وجہ سے علیؑ و فاطمہؑ کی کمر ٹوٹ گئی تھی۔

حکومت نے اہلبیتؑ کو نان شبینہ کا محتاج رکھنے کے لئے حضرت سیدہؑ سے فدک کی جاگیر چھین لی۔ حضرت فاطمہؑ نے فدک کے متعلق کئی بار ابوبکرؓ سے بحث مباحثہ کیا اور آپ نے ان کے سامنے بڑے وزنی دلائل پیش کئے لیکن اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

حضرت فاطمہؑ کے پاس والی عورتیں انہیں بی بی عائشہؓ کی گفتگو سے مطلع کرتی تھیں جنہیں سن کر ان کے سینے میں تکلیف مزید بڑھ جاتی تھی۔ اسی طرح سے کچھ عورتیں ایسی بھی تھیں جو علیؑ و فاطمہؑ کی گفتگو سن کر بی بی عائشہؓ کو جا کر سناتی تھیں۔ وفات پیغمبر کے بعد فاطمہؑ و عائشہؓ کے مقام میں واضح فرق پیدا ہو چکا تھا کیونکہ رسول خداؐ کی زندگی میں فاطمہؑ کو ایک عظیم مقام حاصل تھا اور آنحضرتؐ کی زندگی میں بی بی عائشہؓ ان کی ایک فرمانبردار متصور ہوتی تھیں لیکن وفات رسول کے بعد حکومت و اقتدار بی بی عائشہؓ کے گھرانے میں منتقل ہو گیا اور حضرت فاطمہؑ ہر چیز سے محروم ہو گئیں یہی بات بی بی عائشہؓ کی تشفی کا سبب تھی اور کسی بھی انسان کے لئے مخالفین کی شماتت انتہائی دل آزاری کا سبب ہوتی ہے۔

فقلت له رحمه الله افتقول انت ان عائشةؓ عينت اباها للصلاة ورسول الله لم يعينه؟ قال: اما انا فلا اقول ذلك ولكن عليا كان يقوله و تكليفي غير تكليفه كان حاضرا ولم اكن حاضرا فانا محجوج بالاخبار التي اتصلت بي وهي تتضمن تعيين النبيؐ ابابكر في الصلاة وهو محجوج بما كان قد علمه او يغلب على ظنه من الحال التي كان حضرها.

ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد شیخ ابو یعقوب رحمۃ اللہ سے کہا کہ اس کا مقصد میں یہ سمجھوں کہ آپ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کو نماز کے لئے بی بی عائشہؓ نے معین کیا تھا اور رسول خداؐ نے انہیں معین نہیں کیا تھا؟

شیخ نے کہا: (تم غلط سمجھے) یہ میرا نظریہ نہیں یہ علیؑ کا نظریہ ہے اور میری تکلیف علیؑ کی تکلیف سے مختلف ہے کیونکہ وہ وہاں موجود تھے جبکہ میں موجود نہیں تھا۔ جہاں تک روایات کا تعلق ہے تو میرے پاس ایسی روایات زیادہ مقدار میں پہنچی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کے لئے رسول اکرمؐ

نے متعین کیا تھا لیکن علیؑ موقع پر موجود تھے تو وہ حالات کو بہتر جانتے تھے یا کم از کم حالات کی رفتار کو دیکھ کر انہوں نے یہ نتیجہ برآمد کیا تھا کہ ابوبکرؓ کو رسول خداؐ کی بجائے بی بی عائشہؓ نے مقرر کیا ہے۔

حضرت فاطمہؑ کی وفات کے بعد پیغمبر اسلامؐ کی تمام ازواج ان کی تعزیت کے لئے آئیں لیکن بی بی عائشہؓ نے بیماری کا بہانہ بنایا اور وہ تعزیت کرنے نہیں آئی تھیں۔ حضرت علیؑ کو ایسی باتیں بھی پہنچیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ فاطمہؑ کی وفات پر عائشہؓ خوش ہیں اور جب فاطمہؑ کی وفات کے بعد علیؑ نے ابوبکرؓ کی بیعت کی تو پھر عائشہؓ خوش ہوگئیں اور انہیں اپنے والد کی حکومت کے استحکام کا یقین ہوگیا۔

حضرت عثمانؓ کے آخری دور تک یہ حالت قائم رہی۔ بی بی عائشہؓ کا شمار حضرت عثمانؓ کے سخت ترین مخالفین میں کیا جاتا ہے۔ وہ لوگوں کو مسلسل قتل عثمانؓ کی ترغیب دیتی تھیں اور جب ان کی ترغیب کے نتیجے میں حضرت عثمانؓ قتل ہوگئے اور بی بی عائشہؓ کو ان کے قتل کی اطلاع ملی تو انہوں نے کہا: خدا عثمانؓ کو اپنی رحمت سے دور رکھے۔

حضرت عثمانؓ کی مخالفت کے پیچھے بی بی کے دل میں جذبہ کارفرما تھا کہ حضرت عثمانؓ قتل ہوئے تو حکومت ان کے قریبی رشتہ دار طلحہ بن عبداللہ تیمی کو مل جائے گی لیکن ان کی تحریک کا نتیجہ ان کی خواہش کے بالکل برعکس نکلا۔ لوگوں نے قتل عثمانؓ کے بعد طلحہؓ و زبیرؓ کی بجائے حضرت علیؑ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ جب بی بی نے قتل عثمانؓ کی خبر سنی تو شکر بجالائیں لیکن جب انہوں نے خلافت علیؑ کی خبر سنی تو انہوں نے کہا: ہائے عثمانؓ مظلوم مارا گیا اور میں اس کے خون کا انتقام علیؑ سے لے کر رہوں گی اور آخرکار انہوں نے ہزاروں کا لشکر جمع کیا اور بصرہ

کے قریب حضرت علیؑ سے ایک خونریز لڑائی کی۔ (انتہیٰ قول شیخ ابن ابی الحدید)

صحیح بخاری میں مسلم بن سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ ابن عباسؓ نے ایک دن کہا: **یوم الخمیس وما یوم الخمیس**. ہائے جمعرات کا دن اور جمعرات کا دن بھی کیا سخت دن تھا؟ یہ کہہ کر ابن عباسؓ اتنا روئے کہ ان کے آنسوؤں سے سامنے پڑے ہوئے پتھر تر ہو گئے۔

لوگوں نے ان سے کہا: ابن عباسؓ! جمعرات کے دن کیا واقعہ پیش آیا تھا؟

ابن عباسؓ نے کہا: اس دن آنحضرتؐ کی بیماری میں شدت پیدا ہوئی۔ انہوں نے خلافت کے لئے دستاویز لکھنا چاہی تاکہ آپ کی رحلت کے بعد آپ کے صحابہ میں کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔

آپ نے فرمایا: **ھلموا اکتب لکم کتابالن تضلوا بعدہ ابدا**. آؤ میں تمہیں ایسی دستاویز لکھ کر دوں کہ تم اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو سکو گے۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ مرقوم ہیں کہ آپ نے فرمایا: **ایتونی بدوات و بیاض**. میرے لئے دوات اور سفید صفحہ لاؤ۔

ایک روایت میں حسب ذیل الفاظ وارد ہیں: **ایتونی بدوات و قرطاس لنکتب ولنزیل عنکم مشکل الامر بعدی اذکر لکم من المستحق لھا بعدی**. تم میرے پاس کاغذ دوات حاضر کرو تاکہ ہم لکھ کر تمہاری مشکل کو دور کر دیں اور واضح کر دیں کہ ہمارے بعد خلافت کا حقدار کون ہوگا؟

اس کے جواب میں عمر بن الخطابؓ نے حاضرین سے کہا: **دعوا الرجل انه لیھجر حسبنا کتاب اللہ**. ایک اور روایت کے مطابق انہوں نے یہ الفاظ کہے: **دعوا الرجل انه لیھذوا**. اس شخص کو اس کے حال میں چھوڑ دو وہ ہذیان کہہ رہا ہے۔ ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔

جب حضرت عمرؓ نے یہ کہا تو حاضرین میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ کچھ کہتے تھے کہ آنحضرتؐ کو قلم دوات دینا چاہیئے اور کچھ دیگر وہی کچھ کہہ رہے تھے جو کہ عمرؓ نے کہا تھا۔ جب دونوں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں تو رسول خداؐ نے فرمایا:
قوموا عنی لا ینبغی عند نبی تنازع. تم میرے یہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ کیونکہ نبی کے پاس جھگڑنا نامناسب ہے۔

یہ واقعہ سنانے کے بعد ابن عباسؓ کہا کرتے تھے: **ان الرزیة کل الرزیة فیما حال بین رسول اللّٰہ وبین ان یکتب لھم ذلک الکتاب لاختلافھم ولغطھم.** اسلام میں سب سے بڑی مصیبت یہی واقع ہوئی کہ لوگوں نے شور وغوغا کر کے رسول خداؐ کو ان کی وصیت نہ لکھنے دی۔[1]

اصحاب مسجد میں بیٹھے تھے کہ آنحضرتؐ کے گھر سے عورتوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ تحقیق کرنے پر پتا چلا کہ آنحضرتؐ دنیا سے رحلت کر چکے ہیں۔ آنحضرتؐ کی موت نے صحابہ کو بے چین و بے قرار کردیا اور اس المیہ کی وجہ سے کئی صحابی بیمار ہوگئے۔

عمرؓ بن الخطاب نے کہا: خبردار! رسول خداؐ کی وفات نہیں ہوئی جس طرح تجلی دیکھ کر موسیٰؑ بے ہوش ہوگئے تھے اسی طرح سے ہمارے نبیؐ بھی بے ہوش ہوئے ہیں۔ پھر انہوں نے تلوار اٹھائی اور مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہنے لگے: جس نے کہا کہ رسولؐ مرگئے ہیں میں اس کے دو ٹکڑے کردوں گا۔

اس وقت ابوبکرؓ اپنی بیوی کے پاس ''سنخ محلّہ'' میں تھے۔ انہوں نے حالات معلوم کرنے کے لئے اپنے غلام کو مدینے بھیجا اور غلام نے انہیں جا کر آنحضرتؐ کی وفات کی خبر دی۔

۱۔ صحیح بخاری، جلد۳، باب مرض النبی ووفاتہ۔

آنحضرتؐ کی موت کی خبر سن کر حضرت ابوبکرؓ فوراً مدینے کی طرف چل پڑے اور وامحمداہ کہہ کر روتے ہوئے آئے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ پھر مسجد سے حجرۂ عائشہؓ میں داخل ہوئے جہاں رسول خداؐ کی لاش مبارک رکھی ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے منہ سے چادر ہٹائی اور آپ کے چہرے کا بوسہ لیا اور کہا: اگر آپ نے میت پر رونے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے بہادیتا۔ یہ کہہ کر وہ مسجد کی طرف گئے جہاں عمرؓ لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ پیغمبرؐ کی وفات نہیں ہوئی۔

ابوبکرؓ نے تین بار عمرؓ سے کہا: اے عمرؓ! ان باتوں کو رہنے دو۔ کیا تو نے قرآن کی یہ آیات نہیں سنیں:

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ. (زمر: ۳۰) وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ اَفَاِنْ مِّتَّ فَھُمُ الْخَالِدُوْنَ. (الانبیاء: ۳۴)

اے پیغمبرؐ! آپ کو بھی موت آنے والی ہے۔ یہ سب مر جانے والے ہیں اور ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لئے ہیشگی نہیں قرار دی ہے، تو کیا اگر آپ مر جائیں گے تو یہ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ منبر پر بیٹھے اور کہا: جو کوئی محمدؐ کی عبادت کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ محمدؐ فوت ہو چکے ہیں لیکن جو خدا کی عبادت کرتا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ زندہ ہے اس پر موت وارد نہیں ہوگی۔ اس کے بعد انہوں نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ وَ مَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْهِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ شَیْئًا وَّ سَیَجْزِی اللّٰهُ الشَّاکِرِیْنَ. محمدؐ بس اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی کئی رسول

گزر چکے ہیں تو کیا یہ اگر مرجائیں یا قتل ہو جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو بھی ایڑیوں کے بل پھرے گا تو وہ اللہ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔ (آل عمران: ۱۴۴)

حضرت عمرؓ کا بیان ہے: جیسے ہی میں نے یہ آیت سنی تو میرے پاؤں لڑکھڑانے لگے اور میں گر گیا اور مجھے یوں لگا جیسے میں نے اس آیت کو زندگی میں پہلی بار سنا ہو۔ لوگوں نے ابوبکرؓ کی زبان سے اس آیت کو یاد کیا اور انہیں یقین ہوگیا کہ رسول خداؐ کی وفات ہو چکی ہے

علامہ امینی الغدیر کی جلد ہفتم کے صفحہ ۱۸۴ پر رقم طراز ہیں:

متقدمین میں سے باقلانی اور متاخرین میں سے ذہبی وحلان لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیات پڑھ کر عمرؓ کو اس حقیقت کی جانب متوجہ کیا کہ رسول خداؐ کی وفات ہو چکی ہے اور یہ ان کے ''اعلم الصحابہ'' ہونے کی دلیل ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ بالکل ایک عامیانہ سی بات ہے۔ پیغمبر کے تمام صحابہ کو آنحضرتؐ کی وفات کا یقین تھا کیونکہ فطرت کے اصولوں سے ہر شخص واقف ہوتا ہے اور اس بات سے ہر شخص کو آگاہی حاصل ہے کہ ہر جاندار کی زندگی محدود ہوتی ہے اور آخرکار اسے مرنا پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن حکیم نے بیسیوں آیاتؐ میں تمام لوگوں کو بتادیا تھا کہ ہر جاندار کا انجام موت ہے۔ اس کے علاوہ آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع کے اجتماع میں یہ بات واضح کردی تھی کہ یہ ان کا آخری حج ہے اس کے بعد انہیں دوسرا حج نصیب نہیں ہوگا۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ. جیسی آیات صرف حضرت ابوبکرؓ نے ہی حضرت عمرؓ کو نہیں سنائی تھیں بلکہ ان سے پہلے عمرو بن زائدہ اور دوسرے صحابہ بھی انہیں مذکورہ آیات پڑھ کر سنا چکے تھے لیکن ان کی تلاوت سے حضرت عمرؓ کے

ہوش و حواس بحال نہیں ہوئے تھے۔

جبکہ حقیقت یہ تھی کہ حضرت عمرؓ وفات رسولؐ کی وجہ سے ہوش و خرد سے ہرگز بیگانہ نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے جان بوجھ کر یہ کام سرانجام دیا تھا۔ وہ درحقیقت چاہتے تھے کہ ابوبکرؓ ''سنخ محلّہ'' سے مدینے آئیں اور پھر مل جل کر اپنے اس منصوبے پر عمل کریں جس کی گزشتہ شب وہ تیاری کر چکے تھے۔ انہوں نے تلوار صرف اس لئے اٹھا رکھی تھی کہ کہیں ابوبکرؓ کی آمد سے قبل کوئی شخص خلافت کا فیصلہ نہ کر دے۔

علمائے اہلسنت نے حضرت عمرؓ کے اس فعل کے لئے مختلف تاویلات کی ہیں اور ان میں سے بعض نے کہا کہ بات یہ نہیں تھی کہ حضرت عمرؓ، رسول خداؐ کی موت کے قائل نہیں تھے، وہ رسول خداؐ کی موت کے تو قائل تھے لیکن آنحضرتؐ کی موت کی وجہ سے انہیں ذہنی طور پر زبردست صدمہ پہنچا تھا اسی لئے انہوں نے بہکی بہکی باتیں کی تھیں۔ بعض علماء نے حضرت عمرؓ کے اس فعل کی یہ توجیہ پیش کی کہ رسول خداؐ کی وفات حضرت عمرؓ کے لئے شدید صدمہ تھی جس کی وجہ سے ان کی عقل زائل ہوگئی تھی اور وہ قسم کھا کر کہنے لگے تھے کہ رسول اکرمؐ کی وفات ہی نہیں ہوئی۔ (انتہیٰ کلام الاٰلینی)

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے جیسے ہی قرآنی آیات پڑھ کر وفات رسول کا استدلال کیا تو حضرت عمرؓ اپنے ہوش و حواس میں واپس آ گئے۔ پھر دونوں مل کر خلافت کے حصول کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف چل پڑے۔

ابن اثیر کامل التواریخ کی جلد اول صفحہ ۲۱۴ پر لکھتے ہیں:

انصار نے خلیفہ کے انتخاب کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع منعقد کیا شیخین کو اس کی پہلے سے اطلاع نہیں تھی لیکن جیسے ہی انہیں انصار کے اجتماع کے

متعلق معلوم ہوا تو وہ ابوعبیدہ بن جراح کو اپنے ساتھ ملا کر سقیفہ کی طرف روانہ ہوئے اور انہوں نے سقیفہ پہنچ کر انصار سے کہا: تم یہاں کیوں جمع ہوئے ہو؟

انصار نے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ ہم ایک امیر اپنے میں سے اور ایک کا تم میں سے انتخاب کریں۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا: امیر ہم میں سے ہوگا اور وزیر تم میں سے ہوگا۔

پھر انہوں نے کہا: تمہارے پاس عمرؓ بن الخطاب اور ابوعبیدہ امین امت موجود ہیں۔ ان میں سے تم جس کی چاہو بیعت کرلو۔[1]

حضرت عمرؓ نے کہا: تم اس بات پر کیسے راضی ہوسکتے ہو کہ جسے رسول خداؐ نے نماز کے لئے تمہارا امام مقرر کیا تھا اب اسے مقتدی کیسے بناؤ گے؟

یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

فقالت الانصار او بعض الانصار لا نبایع الا علیا. تمام انصار یا انصار میں سے ایک گروہ نے کہا کہ ہم علیؑ کے علاوہ کسی دوسرے کی بیعت نہیں کریں گے۔

حضرت علیؑ، زبیرؓ اور طلحہؓ نے ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی تھی۔

قال الزبیر لا اغمد سیفا حتی یبایع علی. زبیرؓ نے کہا کہ جب تک علیؑ کی بیعت نہیں ہو جاتی اس وقت تک میں تلوار کو نیام میں نہیں ڈالوں گا۔ (انتہیٰ قول ابن اثیر)

۱۔ علامہ امینی لکھتے ہیں کہ اس وقت مدینے میں دو شخص گورکن تھے۔ انصار کا گورکن ابوطلحہ تھا اور مہاجرین کا گورکن ابوعبیدہ بن جراح تھا۔ اگر ابوعبیدہ خلیفہ رسول بن جاتے تو اسلام کی شان و شوکت کو "چار چاند" لگ جاتے کہ ایک گورکن مسلمانوں کا خلیفہ ہے اور وہ تمام عالم اسلام کا دینی مرجع ہے۔ (الغدیر، جلد ۵، ص ۳۶۷)۔

قارئین کرام! توجہ فرمائیں یہاں ''من ترا حاجی بگویم تو مرا قاضی بگو'' والا معاملہ سامنے آیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ اور ابوعبیدہ بن جراح کا نام نامی پیش کیا اوران دونوں نے سابقہ منصوبے پر عمل کرتے ہوئے خودانہی کی بیعت کی۔

وہ گروہ جو سقیفہ میں امر خلافت پر غور وخوض کے لئے جمع ہوا تھا انہوں نے کہا: آؤ دیکھیں علیؑ کس حال میں ہیں؟

پیغمبر اکرمؐ کی وفات کی وجہ سے ان کے اہلبیتؑ پر قیامت کا منظر طاری تھا۔ حضرت زہراؑ کو رونے سے فرصت نہ تھی اور پیغمبر اکرمؐ کے نواسے دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ حضرت علیؑ، رسول اکرمؐ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے ان کے غسل وکفن کی تیاریوں میں مصروف تھے اور انہیں دنیاوی کاموں کی طرف توجہ دینے کا ہوش تک نہیں تھا۔

اہل سقیفہ نے موقع کو غنیمت جانا کہ اہلبیت مصطفیؐ تو غم و اندوہ میں ڈوبے ہوئے ہیں اسی لئے انہوں نے سقیفہ میں بیٹھ کر خلافت و جانشینی کا مسئلہ حل کرلیا۔

حضرت سلمانؓ فارسی کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ، رسول خداؐ کو غسل دینے میں مصروف تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ لوگ سقیفہ میں جمع ہیں اور ابوبکرؓ کی بیعت ہو رہی ہے۔ اس کے کچھ لمحات بعد میں نے حضرت علیؑ سے کہا: اس وقت ابوبکرؓ، محمد مصطفیؐ کے منبر پر آچکے ہیں۔

اس وقت حضرت علیؑ متوجہ ہوئے اور فرمایا: یہ بتاؤ سب سے پہلے اس کی بیعت کس نے کی ہے؟

میں (سلمانؓ) نے کہا: سب سے پہلے بشر بن سعد، اس کے بعد ابوعبیدہ بن جراح، اس کے بعد عمرؓ بن الخطاب نے اور ان کے بعد سالم مولی ابوحذیفہ اور بعد میں معاذ بن جبل نے ان کی بیعت کی ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں نے تم سے ان کے متعلق سوال نہیں کیا۔ میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب وہ منبر پر آئے تو اس وقت ان کی سب سے پہلے بیعت کس نے کی ہے؟

میں (سلمانؓ) نے کہا: آقا! میں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جس کی پیشانی پر سجدوں کا داغ تھا اور وہ اپنے عصا کا سہارا لئے ہوئے آیا اور اس نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا اور رو رو کر کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اتنی مہلت دی ہے کہ میں نے تجھے اس مقام پر دیکھ لیا ہے۔ اپنا ہاتھ بڑھا تا کہ میں تیری بیعت کروں۔ حضرت ابوبکرؓ نے ہاتھ بڑھایا اور اس بوڑھے نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر وہ منبر کی سیڑھی سے نیچے اترا اور مسجد سے چلا گیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: جانتے ہو وہ بوڑھا کون تھا؟

میں نے کہا: نہیں! البتہ مجھے اس کے طرزِ عمل سے سخت دکھ ہوا کیونکہ یوں دکھائی دیتا تھا جیسے وہ آنحضرتؐ کی وفات سے دل ہی دل میں خوش ہو اور ہمیں سرزنش کر رہا ہو۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: **ان ذلک الشیطان لعنه اللّٰه.** وہ شیطان ملعون تھا۔[1]

خلافت کا کام مکمل ہوگیا، پہلے سے طے شدہ منصوبہ کامیاب ہوگیا۔ حاضرین سقیفہ میں سے سعد بن عبادہ کے علاوہ باقی افراد نے بیعت کر لی۔

سقیفائی حکومت نے محسوس کیا کہ عوام الناس ان کی بیعت کر چکے ہیں مگر علیؑ اور بنی ہاشم کے علاوہ سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ اور عمارؓ نے ان کی بیعت نہیں کی اور یہ چیز انہیں آنکھوں میں کھٹکنے لگی۔

۱۔ الاحتجاج طبرسی، ص ۴۵۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں:

حضرت علیؑ کو مسجد میں لایا گیا۔ اس وقت علیؑ آواز دے کر کہہ رہے تھے:

اے لوگو! میں اللہ کا بندہ اور پیغمبر کا بھائی ہوں۔

جو لوگ علیؑ کو مسجد میں جبراً لائے تھے انہوں نے آپ سے کہا کہ آپ ابوبکرؓ کی بیعت کریں۔

حضرت علیؑ نے کہا: میں اس کی نسبت خلافت کا زیادہ حقدار ہوں۔ تم لوگوں کو میری بیعت کرنی چاہئے کیونکہ تم نے انصار کے سامنے یہ دلیل پیش کی تھی کہ خلافت نبی کے خاندان میں ہونی چاہئے اور تمہاری اسی دلیل کی وجہ سے انصار نے خلافت پر اصرار نہیں کیا۔ تمہاری اس دلیل کے تحت میں تم سب سے خلافت کا زیادہ حقدار ہوں کیونکہ میں رسول خداؐ سے زیادہ قرابت رکھتا ہوں اور تم مجھ سے میری خلافت غصب کر رہے ہو۔

تم نے جو دلیل انصار کے مقابلے پر پیش کی تھی میں اسی دلیل کو تمہارے مقابلے پر پیش کرتا ہوں۔ نحن اولٰی برسول اللّٰہ حیا و میتا فانصفونا ان کنتم تؤمنون. رسول خداؐ کی زندگی اور ان کی وفات کے بعد ہم ہی ان کے وارث ہیں۔ اگر تم صاحبان ایمان ہو تو ہم سے انصاف و عدل کے مطابق سلوک کرو اور اگر تم میں عدل نہیں ہے تو جو تمہارے جی میں آئے کرو۔

فقال له عمر: لست متروکا حتی تبایع.

حضرت عمرؓ نے کہا: جب تک تم بیعت نہیں کرو گے اس وقت تک ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔

فقال له علی: احلب حلبالک شطره.

خلافت کے تھنوں سے اچھی طرح دودھ دوہ لے کیونکہ اس میں تیرا حصہ

بھی ہے۔ آج ابوبکرؓ کے ہاتھوں کو مضبوط کرتا کہ وہ کل یہ خلافت تجھے لوٹا دے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے عمرؓ! خدا کی قسم میں تیری بات قبول نہیں کروں گا اور ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کروں گا۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا: اگر تم بیعت پر آمادہ نہیں ہو تو ہم بھی تمہیں مجبور نہیں کرتے۔

ابوعبیدہ بن جراح نے حضرت علیؑ سے کہا: آپ اس وقت کم سن ہیں اور یہ لوگ آپ کے قبیلے کے عمر رسیدہ افراد ہیں۔ آپ کو ان کے برابر تجربہ نہیں ہے اور آپ معاملات سے پوری طرح نمٹنا نہیں جانتے۔ آپ کی بہ نسبت ابوبکرؓ زیادہ تجربہ کار ہیں اور وہ حالات کا آپ کی بہ نسبت بہتر مقابلہ کرسکتے ہیں۔ آپ اقتدار انہیں کے پاس رہنے دیں۔ اگر اللہ نے آپ کو طویل زندگی عطا کی تو آپ بھی منصب خلافت پر فائز ہو جائیں گے اور ماشاء اللہ آپ کے پاس فضیلت بھی ہے اور آپ ایمان میں بھی سبقت رکھتے ہیں۔ علم و فہم میں خدا نے آپ کو بلند مقام عطا کیا ہے اور آپ رسول خداؐ کے قریبی عزیز ہیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: **اللّٰہ اللّٰہ یا معشر المہاجرین لا تخرجوا سلطان محمد فی العرب من دارہ و قعر بیتہ الی دور کم و قعور بیوتکم و تدفعون اہلہ عن مقامہ و حقہ یا معشر المہاجرین نحن احق بہ لانا اہل البیت و نحن احق بہذا الامر منکم....** اے گروہ مہاجرین! خدا سے ڈرو اور محمدؐ کے اقتدار و سلطنت کو ان کے گھر سے باہر نکال کر اپنے گھروں میں نہ لے جاؤ اور خاندان پیغمبرؐ کو ان کے مقام اور حق سے محروم نہ رکھو۔ اس امر کے ہم ہی حقدار ہیں کیونکہ ہم اہلبیت محمدؐ ہیں اور تمہاری نسبت ہم اس امر کے زیادہ مستحق ہیں۔

بشر بن سعد انصاری نے کہا: اگر انصار آپ کی یہ باتیں پہلے سن لیتے تو

ان میں سے کوئی بھی آپ کی مخالفت کر کے ابوبکرؓ کی بیعت نہ کرتا۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں:

حضرت علیؑ رات کے وقت اپنی زوجہ کو سوار کر کے انصار کے گھروں میں جاتے تھے اور ان سے اپنی مدد کا تقاضا کرتے تھے۔ انصار جواب میں کہتے: اے دختر رسولؐ! اب ہمارے ہاتھوں میں کچھ نہیں رہا اس وقت ہم ابوبکرؓ کی بیعت کر چکے ہیں اگر آپ کے شوہر اور ابن عم علیؑ، ابوبکرؓ سے پہلے اقدام کرتے تو ہم ان کا ضرور ساتھ دیتے۔

حضرت علیؑ ان سے کہتے تھے: تو کیا میں رسول خداؐ کو غسل وکفن نہ دیتا اور ان کی تدفین نہ کرتا اور خلافت کے لئے لوگوں سے الجھنا شروع کر دیتا؟

حضرت فاطمہ زہراؑ فرماتی تھیں: علیؑ نے وہی کچھ کیا جو انہیں زیب دیتا تھا اور لوگوں نے جو کچھ کیا اس کا ان سے خدا حساب لے گا۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ ایک گروہ نے ان کی بیعت نہیں کی اور وہ گروہ علیؑ کی حمایت کر رہا ہے تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو حضرت علیؑ کے گھر کی طرف روانہ کیا۔ عمرؓ نے دروازے سے باہر کھڑے ہو کر ان لوگوں کو صدا دی کہ وہ باہر آ جائیں لیکن گھر میں موجود افراد نے باہر آنے سے انکار کر دیا۔

فدعا بالحطب وقال والذی نفس عمر بیده لتخرجن اولاحرقنها علی من فیها فقیل له ابا حفص ان فیها فاطمة قال وان.

عمرؓ نے لکڑیاں منگوائیں اور کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ یا تو باہر نکلو گے یا میں یہاں پر موجود افراد سمیت تم سب کو جلا دوں گا۔

ان سے کہا گیا: ابوحفص! یہاں تو فاطمہؑ بھی رہتی ہیں۔

عمرؓ نے کہا: رہتی ہے تو بے شک رہتی رہے۔ (پھر بھی میں آگ لگانے سے باز نہیں آؤں گا)۔

ابن قتیبہ نے تو داستان کو یہاں تک ختم کر دیا اور یہ نہ بتایا کہ حملہ آوروں نے اپنی دھمکی پر کس طرح سے عمل کیا تھا۔

حضرت علیؑ اور ان کے ساتھی ابوحفص کی دھمکی پر باہر نہ نکلے جس کی وجہ سے انہوں نے سیدہؑ کے دروازے کو آگ لگادی۔

جب مسلمانوں کی ایک بااثر شخصیت نے علیؑ و بتولؑ کے دروازے کو جلایا تو بعد میں آنے والوں نے اسے اپنے لئے حجت بنالیا۔ شعلے صرف مدینہ تک ہی محدود نہ رہے بلکہ نینوا میں امام حسین علیہ السلام کے خیموں کو بھی جلایا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر مدینہ میں حضرت کے بیت الشرف کو آگ نہ لگائی جاتی تو کربلا میں بھی امام حسینؑ کے خیموں کو لوگ نذرِ آتش نہ کرتے۔

ابن قتیبہ نے لکھا کہ عمرؓ کی دھمکی کارگر ثابت ہوئی۔ گھر میں بیٹھے ہوئے تمام افراد باہر آ گئے مگر علیؑ باہر نہ آئے اور انہوں نے کہا: میں قسم کھا چکا ہوں کہ جب تک قرآن جمع نہیں کرلوں گا اس وقت تک گھر سے باہر نہیں نکلوں گا اور مکمل لباس نہیں پہنوں گا۔

فوقفت فاطمة علی بابها فقالت لا عهدلي بقوم حضروا اسوء محضرا منكم تركتم رسول اللّٰه جنازة بين ايدينا و قطعتم امركم بينكم لم تستأمرونا ولم تردوالنا حقاً فاتي عمرؓ ابابكر فقال له الا تأخذ هذا المتخلف عنک بالبيعة؟ فقال ابوبكرؓ لقنفذ وهو مولی له اذهب فادع لي عليا. فذهب الی علي فقال: يدعوک خليفة رسول اللّٰهؐ. فقال علي:

سریع ماکذبتم علی رسول اللّٰہ فرجع فابلغ الرسالۃ قال فبکی ابوبکرؓ طویلا. فقال عمرؓ الثانیۃ ان لا تمھل ھذا المتخلف عنک بالبیعۃ فقال ابوبکرؓ لقنفذ عد الیہ فقل امیرالمؤمنین یدعوک لتبایع فجاءہ قنفذ فادی ما امر بہ فرفع علی صوتہ فقال سبحان اللّٰہ لقد ادعی ما لیس لہ فرجع قنفذ فابلغ الرسالۃ فبکی ابوبکرؓ طویلا ثم قام عمرؓ فمشی و معہ جماعۃ حتی اتوا باب فاطمۃ فدقّوا الباب فلما سمعت اصواتھم نادت باعلی صوتھا: یا ابت یارسول اللّٰہ ماذا لقینا بعدک من ابن الخطاب و ابن ابی قحافۃ. فلما سمع القوم صوتھا و بکاء ھا انصرفوا باکین و کادت قلوبھم تتصدع و اکبادھم تنفطر وبقی عمرؓ و معہ قوم فاخرجوا علیا فحضر وابہ الی ابی بکر فقالوا لہ بایع فقال ان انالم افعل فمہ؟ قالوا اذا واللّٰہ الذی لا الہ الا ھو نضرب عنقک قال اذا تقتلون عبداللّٰہ و اخا رسولہ قال عمرؓ اما عبداللّٰہ فنعم و اما اخو رسولہ فلا و ابوبکرؓ ساکت لا یتکلم فقال لہ عمرؓ الا تأمر فیہ بامرک فقال لا اکرھہ علی شیء ما کانت فاطمۃ الی جنبہ فلحق علیؑ بقبر رسول اللّٰہ یصیح ویبکی ینادی یابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی.[1]

حضرت فاطمہؑ نے جیسے ہی عمرؓ کی زوردار آواز سنی تو انہوں نے اپنے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا: میں نے آج تک تم سے زیادہ برے لوگ نہیں دیکھے۔ تم لوگ رسول خداؐ کے جنازے کو چھوڑ کر حکومت کے فیصلے کرنے لگ گئے اور ہمارے حقوق کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔

حضرت سیدہؑ کی باتیں سن کر عمرؓ، ابوبکرؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ

۱۔ الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ، ص۱۲۔۱۴۔ بنقل الغدیر، جلد۵، ص۳۷۳۔

کیا تو اس شخص سے جس نے ابھی تک تیری بیعت نہیں کی ہے، بیعت نہیں لے گا؟

ابوبکرؓ نے اپنے غلام قنفذ کو حضرت علیؑ کے دروازے پر بھیجا تاکہ وہ علیؑ کو لے آئے۔ قنفذ، علیؑ کے دروازے پر آیا تو حضرت علیؑ نے اس سے پوچھا کہ تو کیوں آیا ہے؟

اس نے کہا: آپ کو رسول خداؐ کا خلیفہ بلا رہا ہے۔

حضرت علیؑ نے کہا: تم نے کتنی جلدی سے رسول خداؐ پر جھوٹ باندھا ہے۔

قنفذ واپس گیا اور اس نے خلیفہ کو حضرت علیؑ کا جواب سنایا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت علیؑ کا جواب سن کر کافی دیر تک ابوبکرؓ روتے رہے۔

عمرؓ نے ان سے دوبارہ کہا کہ آپ بیعت لینے میں اسے مہلت نہ دیں۔

خلیفہ نے دوبارہ قنفذ کو بھیجا اور اس سے کہا کہ علیؑ سے کہنا کہ تجھے امیرالمومنین اپنی بیعت کے لئے بلا رہا ہے۔

قنفذ نے حضرت ابوبکرؓ کا پیغام حضرت علیؑ تک پہنچایا تو آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس نے وہ دعویٰ کیا ہے جس کے وہ قابل نہیں ہے۔

قنفذ آپ کا جواب لے کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا اور انہیں آپ کے جواب سے مطلع کیا۔ آپ کا جواب سن کر حضرت ابوبکرؓ دیر تک روتے رہے۔

پھر عمرؓ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنے ساتھ ایک جماعت کو ملایا اور فاطمہ زہراؑ کے دروازے پر پہنچ گئے اور دروازے پر دستک دی۔

جب حضرت فاطمہؑ نے عمرؓ کی آواز سنی تو ان کے رونے کی آواز بلند ہوئی اور انہوں نے رو رو کر کہا: اباجان، یارسول اللہؐ! آپ کے بعد ہم نے فرزند خطاب اور فرزند ابی قحافہ سے کیا کیا دکھ اٹھائے ہیں۔

عمرؓ کے ساتھ جانے والے لوگوں نے جب سیدہؑ کے رونے کی آواز سنی

اور یہ دیکھا کہ بی بی اس مصیبت کے وقت اپنے والد گرامی کو مدد کے لئے پکار رہی ہیں تو ان کی اکثریت بھی رونے لگی اور وہ بی بی کے دروازے سے دور ہو گئے۔

عمرؓ نے باقی ماندہ افراد کے ساتھ علیؑ کو گھر سے باہر نکالا [1] اور انہیں ابوبکرؓ کے سامنے پیش کیا گیا اور کہا گیا کہ تم بیعت کرو۔

حضرت علیؑ نے کہا: اگر میں بیعت نہ کروں تو پھر کیا ہوگا؟

انہوں نے کہا: ہمیں اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اگر تم نے بیعت نہ کی تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔

حضرت علیؑ نے کہا: اگر تم نے مجھے قتل کیا تو تم اللہ کے ایک بندے اور رسول خداؐ کے بھائی کے قاتل قرار پاؤ گے۔

عمرؓ بن الخطاب نے کہا: جہاں تک اللہ کے بندے ہونے کا تعلق ہے تو وہ بات تو صحیح ہے اور جہاں تک رسول کے بھائی ہونے کا تعلق ہے تو ہم اسے نہیں مانتے۔

اس تمام گفتگو کے دوران ابوبکرؓ خاموش ہو کر بیٹھے رہے۔ انہوں نے کوئی بات نہ کی۔

عمرؓ نے ان سے کہا: آپ اپنا حکم جاری کیوں نہیں کرتے؟

ابوبکرؓ نے کہا: جب تک فاطمہؑ ان کے پہلو میں موجود ہیں اس وقت تک میں انہیں کسی بات پر مجبور نہیں کروں گا۔

۱۔ یہاں ابن قتیبہ نے یہ نہیں بتایا کہ اہل سقیفہ نے علیؑ کو کس انداز سے باہر نکالا۔ البتہ حالات و قرائن خود ہی بتا رہے ہیں کہ علیؑ آسانی سے نہیں نکلے ہوں گے۔ اور حضرت فاطمہؑ نے شوہر کو مخالفین کا قیدی بنتے ہوئے آسانی سے نہیں دیکھا ہوگا۔ آخرکار کچھ نہ کچھ مزاحمت تو ہوئی ہوگی۔ مگر آج تک مکتب خلفاء کو حقیقت بیان کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔

اس کے بعد حضرت علیؑ قبر رسولؐ سے لپٹ گئے اور رو رو کر کہنے لگے:

ماں جائے! قوم نے مجھے کمزور سمجھ لیا اور مجھے قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔[1]

یہاں تک آپ نے ایک سنی عالم دین کے خانۂ پاک سیدہؑ میں بلا اجازت درّانہ داخل ہونے اور وہاں سے حضرت علیؑ کو باہر نکال لانے کے بارے میں اعترافات پڑھے۔

ارباب سقیفہ نے علیؑ و بتولؑ کو کیا کیا دکھ دیئے؟ ہم نے اختصار کے خاطر صرف اتنا نقل کرنے پر اکتفا کیا جس کے وہ خود معترف ہیں۔ اس کے بعد ہمارے صاحبان انصاف قارئین خود ہی فیصلہ کریں کہ سقیفہ کے اجتماع نے اسلام و مسلمین کو کتنے بڑے نقصانات سے دوچار کیا اور عالم اسلام میں جتنے بھی ظلم و ستم ہوتے رہیں گے ان تمام مظالم کی بنیاد سقیفہ میں ہی رکھی گئی تھی۔

اگر سقیفہ کی کارروائی نہ ہوتی تو حکومت اسلامی کی باگ ڈور معصوم شخصیات کے ہاتھوں میں ہوتی اور آج عالم اسلام اس تنزلی اور زبوں حالی میں مبتلا نہ ہوتا۔ سقیفہ کے حکام نے ہی ابوسفیان جیسے دشمن اسلام کے بیٹے معاویہ کو شام جیسے اہم اور حساس صوبے کا گورنر مقرر کیا۔ اس نے وہاں طویل عرصے تک حکومت کی اور اتنا اثر و رسوخ حاصل کیا کہ خلیفہ برحق کے خلاف بغاوت کر دی۔

معاویہ و یزید کی حکومت کا سرچشمہ سقیفہ ہے۔ اگر دنیا میں سقیفہ کی کارروائی نہ ہوتی تو شراب خور یزید کبھی برسر اقتدار نہ آتا اور گلشن رسوؐل کربلا میں یوں پامال نہ ہوتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ شجر سقیفہ کا ثمر یزید ہے تو یہ بے جا نہیں ہوگا۔

وہ لوگ سقیفہ میں صرف حکومت حاصل کرنے اور حضرت علیؑ کے حق کو پامال کرنے کے لئے اکٹھا ہوئے تھے اور ہر ایک کے لئے یہاں ایک حصہ معین

۱۔ یہ وہ قرآنی الفاظ ہیں جو حضرت موسیٰؑ کے بھائی ہارونؑ نے ادا کئے تھے۔

کردیا گیا تھا۔ چنانچہ قرارداد کے مطابق حضرت ابوبکرؓ نے اپنی وفات کے وقت حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین بنادیا تھا کیونکہ حضرت عمرؓ نے بھی خلافت ابوبکرؓ کے لئے کافی زحمت برداشت کی تھی۔

(ارباب سقیفہ پہلے سے یہ طے کر چکے تھے کہ وفات پیغمبر کے بعد ابوبکرؓ برسراقتدار آئیں گے پھر عمرؓ بن الخطاب خلیفہ بنیں گے اور ان کے بعد ابوعبیدہ یا سالم مولی ابی حذیفہ خلیفہ بنیں گے اور ان کے بعد خلافت عثمانؓ کو دی جائے گی۔ پھر معاویہ اور بنی امیہ کو اقتدار پر لایا جائے گا۔ ابوعبیدہ اور سالم حضرت عمرؓ کی زندگی میں ہی وفات پاگئے تھے اسی لئے وہ خلافت میں سے اپنا حصہ وصول نہیں کر سکے تھے اور باقی حضرات کو معاہدے کے مطابق حکومت و ریاست نصیب ہوئی)۔

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

جس حکومت کے حصول کے لئے ارباب سقیفہ نے یہ سب کچھ کیا آیئے دیکھیں کہ وفات کے وقت حضرت ابوبکرؓ کی خواہشات اور حسرتیں کیا تھیں؟

عبدالرحمٰن بن عوف کا بیان ہے کہ میں مرض موت میں حضرت ابوبکرؓ کی عیادت کے لئے گیا تو وہ مجھے بے چین و مضطرب دکھائی دیئے۔ میں نے انہیں تسلی دی اور ان سے کہا: اپنے آپ کو زیادہ پریشانی میں مبتلا نہ کریں۔ پریشانی کی وجہ سے آپ کی صحت مزید خراب ہو جائے گی۔ آپ کو اگر آخرت کے حوالے سے کوئی پریشانی ہے تو ہم نے آپ سے بھلائی اور نیکی کے علاوہ اور کچھ نہیں دیکھا اور اگر دنیا کی کسی وجہ سے آپ پریشان ہیں تو دنیا اس لائق ہی نہیں کہ انسان اس پر پریشان ہوتا رہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا: میں دنیا کی کسی چیز سے پریشان نہیں ہوں۔ البتہ

بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ جو کچھ دنیا یا آخرت میں ہے اسے خدا جانتا ہے۔

اعتذار:

علامہ امینی نے اس واقعے کو اسی جگہ ختم کردیا ہے۔ اسی لئے ہم بھی اس مکالمے کو یہاں ختم کرنے پر مجبور ہیں اور پورا مکالمہ نہ لکھنے کی وجہ سے اپنے قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔

غصب فدک یا سقیفہ کا ایک نتیجہ

۲۱۸ھ ہجری میں امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی اولاد میں سے کچھ سر برآوردہ افراد جمع ہو کر عباسی خلیفہ مامون کے پاس تشریف لائے اور اس سے فدک اور عوالی کی جاگیر کی واپسی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہراؑ کو مذکورہ جاگیر عنایت فرمائی تھی اور ابوبکرؓ نے ان کی جائیداد ضبط کرلی تھی۔ آپ ہمیں ہماری ضبط شدہ جاگیر واپس کردیں۔

مامون نے حجاز اور دوسرے شہروں سے دوسو علمائے اہلسنت کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ انہیں اس سلسلے میں جو کچھ معلوم ہے وہ اسے پوری دیانتداری سے دربار میں بیان کریں۔ چنانچہ کچھ علماء نے بشر بن ولید، واقدی اور بشر بن عتاب کی اسناد سے رسول اکرمؐ کے متعلق یہ بات روایت کی کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اکرمؐ نے چند بستیاں اپنے لئے مخصوص کرلیں۔ اس وقت جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچایا:

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ. آپ قرابتدار کو اس کا حق دیں۔

پیغمبر اکرمؐ نے پوچھا: قرابتدار سے کون مراد ہے اور حق سے کیا مراد ہے؟

جبرئیل امینؑ نے کہا: قرابت دار سے آپ کی صاحبزادی فاطمہ زہراؑ مراد

اللہ واللہ اکبر. لیکن اس شخص نے باربار اپنے سوال پر اصرار کیا تو آپ نے اس سے فرمایا: کانت لنا ام صالحة ماتت وھی علیھما ساخطة ولم یأتنا بعد خبر انھا رضیت عنھما. ہماری ایک مقدس اور صالح ماں تھیں جو ان پر ناراض تھیں اور ناراضگی کی حالت میں ہی دنیا سے رخصت ہوئیں۔ ان کی وفات کے بعد ہمارے پاس ایسی کوئی خبر نہیں پہنچی کہ وہ ان سے راضی ہوگئیں۔[1]

تاریخ ابن کثیر، جلد ششم، ص۳۳۳ پر مرقوم ہے:

فاطمہ زہراؑ اپنی زندگی میں ابوبکرؓ پر ناراض رہیں اور وہ اتنی سخت ناراض تھیں کہ انہوں نے حضرت علیؑ کو وصیت کی تھی کہ وہ انہیں رات کے وقت دفن کریں تاکہ خلیفہ کو علم ہی نہ ہو۔ حضرت علیؑ نے ان کی وصیت پر پورا عمل کیا اور تاریکی شب میں انہیں دفن کردیا اور خلیفہ کو اطلاع تک نہ دی۔

کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا تھا:

ولای الامور تدفن لیلا

بضعة المصطفیٰ و یعفیٰ ثراھا

دختر پیغمبر کو آخر کس وجہ سے رات کے وقت دفن کیا جارہا ہے اور ان کی قبر کا نشان مٹایا جارہا ہے؟

سقیفہ سے جنم لینے والا سپہ سالار

خلیفہ اول نے خالد کو لشکر کا سالار مقرر کر کے ''بطاح'' کی جانب روانہ کیا۔ اس کے آنے سے قبل مالک بن نویرہ نے بنی یربوع کو متفرق ٹولیوں میں ادھر ادھر کردیا تھا۔ جب خالد بطاح پہنچا تو وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ اس نے

---

[1] انوار نعمانیہ، جلد اول، ص ۷۴۔

لشکر کو اطراف میں روانہ کیا کہ جاؤ دیکھو جو بھی اسلام سے سرپیچی کرے اسے یہاں لے آؤ اور اگر کوئی یہاں آنے سے انکار کرے تو اسے قتل کردو۔

خلیفہ نے اپنے سالار کو روانہ کرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ وہ جہاں بھی جائے تو وہاں اذان و اقامت کہے۔ اگر وہاں کے رہنے والے بھی اذان و اقامت کہیں تو انہیں کچھ نہ کہے اور اگر وہ جواب میں اذان و اقامت نہ کہیں تو انہیں جیسے تمہارا جی چاہے قتل کرو، اگر چاہو تو انہیں آگ میں جلادو اور ان کے گھروں کو لوٹ لو۔ اگر وہ اسلام کا اقرار کریں تو ان سے زکوٰۃ کے متعلق سوال کرو اگر وہ زکوٰۃ کا اقرار کریں تو قبول کرلو اور اگر انکار کریں تو انہیں لوٹنے پر اکتفا کرو۔ اس کے علاوہ ان سے مزید تعرض نہ کرو۔

مالک بن نویرہ اور بنی ثعلبہ بن یربوع کے چند افراد جن میں عاصم، عبید، عرین، جعفر نمایاں تھے، ان سب کو خالد بن ولید کے سامنے پیش کیا گیا۔

ابوقتادہ انصاری بھی خالد کے لشکر میں موجود تھے۔ انہوں نے خالد کے سامنے گواہی دی کہ ان لوگوں نے اذان و اقامت کہی تھی۔

خالد نے ان لوگوں کے قید کرنے کا حکم دیا۔ رات بہت سرد تھی اور سردی کی شدت میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہو رہا تھا۔ خالد نے حکم دیا کہ تمام قیدیوں کو تہہ تیغ کردیا جائے۔

تاریخ طبری کی جلد سوم صفحہ ۲۴۱ پر مرقوم ہے:

خالد بن ولید نے مالک بن نویرہ کی بیوی کو دیکھ لیا تھا۔ وہ انتہائی حسین و جمیل عورت تھی۔

مالک نے جیسے ہی محسوس کیا کہ خالد اس کی بیوی کو دیکھ چکا ہے تو اس نے اپنی بیوی سے کہا: تو میرے قتل کا سبب بن گئی ہے۔ یعنی میں اپنے ناموس کی

حفاظت کے لئے قتل ہو جاؤں گا۔

مالک بن نویرہ کے جملے کا جو مطلب طبری نے نکالا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب مالک نے دیکھا کہ خالد اس کی بیوی کو دیکھ چکا ہے تو اسے یقین ہوگیا کہ خالد اس کی بیوی کو ہتھیانے کے لئے ضرور اس پر ارتداد کا الزام لگا کر قتل کردے گا اور اس ذریعے سے وہ اس کی بیوی پر تصرف حاصل کرے گا۔

زمخشری، ابن اثیر، ابوالفداء اور زبیدی نے لکھا:

جس دن خالد نے مالک کو قتل کیا اس نے اسی دن اپنی بیوی سے کہا تھا: تو نے اپنے حسن و جمال کی وجہ سے مجھے قتل کے خطرے میں ڈال دیا ہے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ میں تیرا دفاع کروں اور اپنے ناموس کی حفاظت کروں۔ مالک کی بیوی انتہائی حسین اور متناسب اعضاء رکھنے والی عورت تھی۔ خالد نے مالک کو قتل کر کے اسی رات اس سے شادی کی۔

یہ خبر مدینے پہنچی۔ حضرت عمرؓ اس سے مطلع ہوئے تو انہوں نے اس موضوع کے متعلق ابوبکرؓ سے کئی بار گفتگو کی اور انہوں نے کہا: اس دشمن خدا نے ایک مرد مسلمان پر تجاوز کیا اور اسے ناحق قتل کیا۔ پھر اس کی بیوی پر متصرف ہوا۔

کچھ دن بعد خالد بن ولید مدینے آیا اور مسجد میں داخل ہوا۔ خالد نے اس وقت اپنی مخصوص قبا پہنی ہوئی تھی جسے وہ فخر و انبساط کے اوقات میں پہنا کرتا تھا، اس نے اپنے آپ کو لوہے کے ہتھیاروں سے سجایا ہوا تھا اور اپنی خود میں کچھ تیر آویزاں کر رکھے تھے۔

جب وہ اس ہیئت کے ساتھ مسجد میں آیا تو حضرت عمرؓ نے اٹھ کر اس کے خود سے تیر نکال کر توڑ دیئے اور اس سے کہا: تو ایک مسلمان کو قتل کرتا ہے اور پھر اس کے ناموس کو برباد کرتا ہے۔ خدا کی قسم میں تجھے سنگسار کروں گا۔

خالد نے عمرؓ کے جواب میں کچھ نہ کہا۔ اس کا خیال تھا کہ ابوبکرؓ کی رائے بھی عمرؓ کی رائے کے مطابق ہے۔ پھر خالد مسجد سے اٹھ کر حضرت ابوبکرؓ کے گھر گیا اور انہیں حالات سے مطلع کیا اور ان سے عذر خواہی کی۔

ابوبکرؓ نے اسے معاف کردیا اور اس جنگ میں اس سے جو غلطیاں سرزد ہوئی تھیں ان سے چشم پوشی کی۔

جب ابوبکرؓ، خالد سے راضی ہوگئے تو خالد مسجد میں آیا اور عمرؓ بن الخطاب کو دیکھ کر کہا: هلم الی یابن ام شمله. اے ام شملہ کے فرزند میری طرف آؤ۔

جب حضرت عمرؓ نے خالد کی یہ جسارت ملاحظہ کی تو انہیں یقین ہوگیا کہ وہ ابوبکرؓ کو راضی کر کے آیا ہے۔ اسی لئے حضرت عمرؓ نے اس سے کوئی بات نہ کی اور اپنے گھر روانہ ہوگئے۔

سوید کا بیان ہے کہ باقی مقتولین کی بہ نسبت مالک بن نویرہ کے بال لمبے اور گھنے تھے۔ مالک کو قتل کر کے خالد نے اس کی بیوی پر تصرف حاصل کیا اور اس نے ولیمہ کے لئے دیگیں پکوائیں تو دیگوں کے نیچے پتھروں کی بجائے مقتولین کے سر رکھے گئے اور ان سروں پر دیگیں رکھ کر پکائی گئیں۔ دیگوں کے نیچے کی آگ نے باقی سروں کی پوست کو متاثر کیا لیکن مالک کے سر کی کھال اس کے لمبے اور گھنے بالوں کی وجہ سے محفوظ رہی۔[1]

مالک بن نویرہ کے قتل کے بعد اس کے بھائی متمم بن نویرہ نے اپنے بھائی کے مرثیے میں بڑے دردناک اشعار کہے اور اس نے اپنے خاندان کے اسیروں کی واپسی کا مطالبہ بھی کیا۔ اس نے مسجد نبوی میں حضرت ابوبکرؓ کے سامنے اپنے بھائی کے مرثیے کے اشعار پڑھے اور خالد کی سنگدلی کا تذکرہ کیا۔

1۔ بنقل الغدیر، جلد ۷، ص ۱۵۸ تا ۱۶۰۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے اصرار کیا کہ وہ خالد کو سالار کے منصب سے معزول کردیں کیونکہ اس کی تلوار کی نوک سے بے گناہوں کا خون ٹپک رہا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے کہا: جس تلوار کو خدا نے نیام سے نکالا ہے میں اسے نیام میں نہیں ڈالوں گا۔

پھر حضرت ابوبکرؓ نے مالک بن نویرہ کی ماں کو مالک کے قتل کی دیت کی پیشکش کی اور بجائے قصاص دینے کے انہوں نے خالد سے کہا کہ وہ مالک کی بیوی کو طلاق دیدے۔

قتل مالک پر علامہ امینی کا تبصرہ

علامہ امینی مالک بن نویرہ کے قتل کے واقعات کے بعد لکھتے ہیں:

اس ناخوشگوار واقعے کے دو پہلوؤں پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

اول: خالد کے اس جرم کی شدت پر نظر کرنی چاہئے۔ خالد نے جو کچھ کیا اسلام کا دعویدار کوئی بھی شخص اس طرح کے ظلم کا تصور تک نہیں کرسکتا۔ خالد کا فعل قرآن کریم کی آیات اور سنت پیغمبر کے سراسر خلاف تھا اور خدا و رسولؐ پر ایمان رکھنے والا ہر شخص ایسے انسان سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔

قرآن مجید کی کس آیت اور پیغمبر اکرمؐ کی کس حدیث نے خالد کو بے گناہ مسلمانوں کے قتل کی اجازت دی تھی؟ خالد کے پاس مالک کے قتل کرنے کا کیا جواز تھا؟ جبکہ مالک رسول خداؐ کا صحابی تھا، رسول اکرمؐ نے اسے اس کی قوم کا عامل صدقات مقرر کیا تھا، وہ زمانہ جاہلیت اور اسلام میں ایک محترم انسان مانا جاتا تھا اور اسے بادشاہوں کی ردیف میں شمار کیا جاتا تھا۔

خالد کی سنگدلی اور بے رحمی کی انتہا یہ ہے کہ اس نے مقتولین کے سروں

انہوں نے خالد کے جرائم کا دفاع کیا۔ کبھی کہا کہ خالد کو اشتباہ ہوا تھا۔ کبھی کہا کہ خالد خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے اور انہوں نے حضرت عمرؓ کو خالد پر تنقید کرنے سے روک دیا تھا۔

ابوقتادہ انصاری نے خلیفہ کے سامنے خالد کے جرائم کو بے نقاب کیا اور کہا کہ میں قسم کھا چکا ہوں کہ آئندہ جس لشکر کا سپہ سالار خالد ہوگا میں اس لشکر میں کبھی شمولیت اختیار نہیں کروں گا۔

خلیفہ صاحب کو ابوقتادہ کے یہ جملے ناگوار گزرے اور وہ ابوقتادہ پر ناراض ہوئے۔ جیسا کہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ کی جلد چہارم کے صفحہ ۱۸۷ پر لکھا ہے۔ (انتہیٰ کلام الامینی)

قارئین کرام! رسول اکرمؐ کی وفات کو تھوڑا سا عرصہ ہوا تھا کہ سقیفائی حکومت نے ہنستے بستے مسلمانوں پر فوج کشی کردی، فوج نے انہیں قتل کیا، ان کے مال لوٹے اور ان کی عزتوں کو برباد کیا۔ جب وفات رسولؐ کے چند ماہ بعد یہ حشر ہوا تو چالیس پچاس سال بعد جب معاویہ و یزید برسراقتدار آئے تو اس وقت غریب مسلمانوں پر کیا گزرتی ہوگی۔ اس دور میں اسلام کا مفہوم صرف یہی رہ گیا تھا کہ خلیفہ کی اطاعت کرو۔ یہی دین ہے اور یہی اسلام ہے۔ (چاہے خلیفہ حجر بن عدی جیسے پاکباز مسلمانوں کو قتل کرنے کا حکم جاری کرے تو انہیں بے دریغ قتل کردیا جائے اور) اگر خلیفہ فرزند رسول امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم دے تو انہیں بھی شہید کردیا جائے اور خلیفہ کی اطاعت کو روح دین تسلیم کیا جائے۔ باقی دین اللہ اللہ خیر صلا۔

بے سروپا روایات سے سقیفائی حکومت کو سند جواز نہیں مل سکتا

(سقیفائی حکومت کے مداحوں نے اپنے ممدوح خلفاء کا حق نمک ادا کرنے کے لئے جھوٹی احادیث بنانے سے بھی اجتناب نہیں کیا۔ خلفاء کی شان میں ایسی بے سروپا روایات بنائی گئیں جو عقل سلیم کے لئے بوجھ محسوس ہوتی ہیں۔ مکتب خلفاء میں ایسی روایات بہت زیادہ ہیں۔ بطور نمونہ ہم چند روایات نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں اور روایات کے بعد ہم تبصرہ کا حق بھی محفوظ رکھتے ہیں۔)

شیخ ابراہیم عبیدی مالکی نے کتاب عقائق کے حوالے سے اپنی کتاب عمدة التحقيق فی بشائر آل الصديق میں لکھا اور اسی روایت کو صفوری نے عیون المجالس کے حوالے سے اپنی کتاب نزهة المجالس کی جلد چہارم صفحہ ۱۸۲ پر تحریر کیا ہے۔

ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بی بی عائشہؓ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سورج کو سفید موتی سے پیدا کیا اور سورج اس دنیا سے ایک سو چالیس گنا بڑا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورج کو ایک چرخی پر رکھا اور اس چرخی کو آٹھ سو ساٹھ دستے لگائے اور ہر دستے میں سرخ یاقوت کی زنجیر نصب کی۔ اس کے بعد ساٹھ ہزار فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی پوری قوت و توانائی سے سورج کو چرخی پر حرکت دیں۔ سورج روزانہ سبز قبہ پر گردش کرتا ہے اور اس کا نور اہل زمین کو روشنی فراہم کرتا ہے۔ اور جب سورج سفر کرتے کرتے بیت اللہ یعنی خانۂ کعبہ کے اوپر آتا ہے تو خط استوا پر توقف کرتا ہے کیونکہ خانۂ کعبہ زمین کا مرکز ہے، اس وقت سورج فرشتوں سے کہتا ہے کہ "اے میرے پروردگار کے فرشتو! میں روزانہ کعبہ کے سامنے آتا ہوں اور کعبہ مومنین کا قبلہ ہے اور میں روزانہ یہاں آ کر چلا جاتا

باب پنجم

خلافت عثمانؓ بن عفان

باب چہارم میں ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ سقیفہ کا اجتماع خالص سیاسی اجتماع تھا جس میں چند افراد نے ایک دوسرے کی مدد کر کے مقام خلافت کو اپنے قبضے میں کرلیا اور مصالح دینی کا قطعاً پاس نہ کیا۔ اس اجتماع کا جو بھی نتیجہ ہوا وہ پہلے سے طے شدہ منصوبے کے عین مطابق تھا۔ رسول اکرمؐ کی وفات سے کافی عرصہ قبل کچھ طالع آزما افراد نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ خلافت کو اس کے حقیقی محور سے دور رکھیں گے اور اس معاہدے میں یہ قرار پایا تھا کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کو مسند خلافت پر فائز کیا جائے گا اور اس انتخاب کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ سن رسیدہ شخصیت تھے اور ان کے متعلق یہ پیشین گوئی آسانی سے کی جاسکتی تھی کہ وہ دنیا میں زیادہ دن زندہ نہیں رہیں گے۔ ان کے بعد اقتدار حضرت عمرؓ کو سپرد کیا جائے گا اور معاہدے میں یہ بھی طے پایا تھا کہ حضرت عمرؓ کے بعد ابوعبیدہ بن جراح یا سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ کو خلافت سپرد کی جائے گی۔

حضرت عمرؓ کو اپنے برسر اقتدار آنے کا یقین تھا اسی لئے انہوں نے بڑھ چڑھ کر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے لئے زمین ہموار کی تھی۔ بہرنوع معاہدے کے